حالات قاسمی حصہ دوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جلد دوم

خیالات قاسمی

صفحہ	سطر	عبارت ازالہ اوہام	جواب
		نمبر۱	نمبر۱
۲	۴	حضرت مسیح ابن مریم نے انجیل میں توریت کا صحیح خلاصہ اور مغز اصلی پیش کیا تھا۔	اس کام کے لئے منجانب اللہ مقرر ہوئے تھے۔ اور خدا تعالیٰ نے اُنہیں خاص اس کام کے لئے لائق سمجھکر منتخب کیا تھا۔ یا بھولے سے۔ چونکہ بعد میں مرزا صاحب نے یہہ خطاب دیا۔ کہ مسیح اس کام کے پورا کرنے میں ناکامیاب رہا۔ کیا اُس کا افسوس خداوند کریم نے بھی کیا۔ یا الہامًا مرزا صاحب پر اپنا پچھتانا ظاہر کیا۔ کیونکہ خود اوّل تو مرزا صاحب حضرت مسیح کا آنا خاص توریت کا مغز ا[illegible] کے لئے تحریر فرماتے ہیں اور پھر اُسی نبی کی نسبت یہ [illegible] قابل نفرت کام کرنے لگ گیا"۔ یہہ ہر دو بیان مرزا [illegible] مغایرت رکھتے ہیں۔ جو ایک اولوالعزم نبی کے اق[illegible] رہے ہیں۔ اس سے کیا نتیجہ مرزا صاحب نے حاصل [illegible] کہ میں ہر طرح سے عیسیٰ علیہ السلام سے افضل ہوں +
		نمبر۲	نمبر۲
؍؍	۷	مسیح صرف اسی کام کے لئے آیا تھا کہ توریت کے	اس عبارت مرزا صاحب سے کیا پایا جاتا ہے (کہ صرف ا[illegible] کے لئے) جو نبی منجانب اللہ خاص ایک کام کے لئے

صفحہ	سطر		
		احکام شدومد کے ساتھ ظاہر کرے نوٹ[۱] جو نبی خاص ایک کام کے لئے ایک وقت معینہ پر بجانب اللہ مامور ہو۔ وہ اپنی اوقات صرف لہو ولعب کر سکتا ہے (معترض)	کیا ہو سکتا ہے کہ وہ اُس کام میں کم توجہی عمل میں لاوے ہرگز نہیں کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر برابر وحی کا نزول ہوتا رہا۔ اور قرآن شریف سے بھی اُنکی عظمت پائی جاتی ہے۔ مگر مرزا صاحب کا بیان جو خلاف قرآن شریف اور اصلی واقعات کے چھپانے کے لئے ہے۔ وہ یہی ہے کہ اپنی عظمت ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔ اور اس کا خیال ہرگز نہیں رکھا کہ ایک نبی کی توہین ہے۔ کیونکہ لفظ (ناکامیاب رہے) اُنکی تمام محنت شدومد کی رائیگاں ٹھہرا دی +
		نمبر ۳	**نمبر ۳**
۱۱۱	حاشیہ	در حقیقت مسیح بھی ایک ایمانی معارف کا سکھلانیوالا۔ اور ایمانی معلّم تھا + نوٹ[۲]۔ اس فقرے [illegible] یسیٰ علیہ السلام [illegible] کی بیان کیجاتی [illegible] پھر اُسی کی [illegible] رت (معترض)	جب ہر کہ اُسی معلّم کو (جو در حقیقت ایمانی معارف کا سکھلانیوالا۔ جو بدون وحی اپنی طرف سے کوئی تعلیم نہ دے) مرزا صاحب کس حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور اُن کی شان میں کیسے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ یعنی چونکہ اُس کی طبیعت کا رجحان اُن ہزلیات کی جانب ہو گیا جسکو یہہ عاجز کریہہ اور قابل نفرت سمجھتا ہے۔ شعبدہ بازی۔ سحر۔ مسمریزم۔ لہو لعب۔ اور اُس خاص کام کے لئے جو در حقیقت اُن کا کام تھا۔ اور خداوند قادر مطلق نے آپ کو مبعوث کیا تھا بھول گئے۔ اور یہاں تک کم توجہی کام میں لائے۔ کہ اپنی تمام دلی ودماغی طاقتیں شعبدہ بازی میں صرف کر ڈالیں۔ اِسی لئے ایمانی معارف کے سکھلانے اور ایمانی معلّم بننے میں ناکامیاب رہے۔ یہاں یہہ بات بھی تعجب میں ڈالتی ہے۔ کہ خداوند کریم نے بھی تو جلدی نہیں کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بقولے تیس برس کی عمر تک خوب امتحان کیا۔ اور رسل اور نبیوں کے دنیاوی امتحان بھی لیا جیسا حضرت موسیٰ علیہ السلام خواجہ خضر علیہ السلام کے پاس بھیجے گئے
	سطر		

صفحہ	سطر

اور اُن رموز کے انکشاف پر جو خاص وقت پر معین تھے مطلع کیا معلم الملکوت
سے بھی ملنے کا حکم ہوا جس نے حضرت موسیٰ کو ایک عمدہ نصیحت کی۔ یعنے
کُسی غیر عورت سے جدا مکان میں یعنے تخلیہ میں ہمکلام نہ ہونا۔ یہہ
ایسی حکمت ہے گویا ہمنے اپنے تمام اختیارات اپنے ہاتھ سے نکال دیئے
انسان کے گمراہ کرنے کو اس سے زیادہ عمدہ تدبیر میرے پاس کوئی نہیں
اب کیا یہہ امور جائے اعتراض ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام جیسے نبی کو
خواجہ خضر اور معلم الملکوت سے تعلیم دلائی۔ نہیں۔ بلکہ موسیٰ علیہ السلام
کو کئی امور سے متنبہ کر دیا۔ اور یا یہہ کوئی خاص حکمت آلہی ہوگی جسکو
انسان کی محدود عقل سمجھ نہیں سکتی ایسا ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام
کو حکم ہوا۔ کہ چالیس روز بیابان میں رہے۔ اور روزہ رکھے جب چالیس
دن پورے ہو چکے تب معلم الملکوت کو حکم ہوا کہ تو اسکو تمام دنیا کی شان
و شوکت جاہ و جلال دکھلا شیطان نے جہانتک اُسکا زور تھا لگایا اور ترغیب دی
گو آپکو چالیس شبانہ روز کا روزہ تھا جو قوائے عنصری کو سخت تکلیف دہ ہے مگر تاہم
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیسے ثابت قدم رہے۔ اور جواب میں یہہ فرمایا لکھا ہے کہ انسان
صرف روٹی سے نہیں بلکہ ہر ایک بات سے جو خدا کے مُنہہ سے نکلتی ہے جیتا ہے یہانتک تو
دنیاوی معاملات میں بھی امتحان لیا گیا اور اُسی ید قدرت نے انکو کسی لغزش میں آنے نہ دیا
اور جب یہہ دیکھہ لیا کہ اب اسکی عمر عالم شباب کا مرحلہ بھی طے کر چکی ہے ہزلیات کیطرف
رجوع نہیں کریگی تب روح القدس کا نزول فرمایا تاکہ پورا روحانی معلم بنے
کیا خدا کو یہہ معلوم نہیں تھا کہ اُسکی طبیعت ہزلیات کو پسند کریگی اور خواہیں کتنا ہی کوئی نگا
نہیں رُکیگی تو پھر اُنکو کیوں ایسے جلیل عہدہ پر مامور کیا جو اپنے منصبی کام کو
پورا نہ کر سکے۔ اور ناکامیابی کا دھبہ مرزا صاحب سے حاصل کیا ناظرین

صفحہ	سطر		
			خود ہی نتیجہ نکال لیں کہ مرزا صاحب کی روح کو حضرت مسیح علیہ السلام کی روح سے کیوں ذاتی عناد ہے۔ خود ہی تسلیم اور خود ہی انکار۔ یہہ ذو معنی معما سمجھ میں نہیں آتا۔ جو روز۔ اَلَستُ بِرَبِّکُم۔ قالو بلیٰ۔ مقربان بارگاہ صمدیت ہوں۔ اور برگزیدہ خاص جن کے لئے ازل سے ایک خاص کام پر ماموری ہو چکی ہو۔ اور سب کچھ اُس عالم کے علم میں ہو۔ اور وہ راز خود اُسی کو معلوم ہو۔ مرزا صاحب ایسے شخص کی توہین کریں۔ اور جائے اعتراض ٹھہرالیں۔ تو کیا تمام دنیا مرزا صاحب کی طرح سے گرداب وہم میں ڈوب جائے۔ ہرگز نہیں +
		نمبر ۴	نمبر ۴
۳۹	۱۱	وہی پہلی عمر بتیس یا تینتیس برس کی ہوگی نوٹ۔ جب اصحاب کہف بیدار ہوئے تو اُن کی عمر کتنی تھی اور اب کتنی عمر ہی (معترض)	مرزا صاحب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر کی نسبت کچھ فیصلہ نہیں دیا۔ کہ پوری اور صحیح عمر کتنے برس کی تھی مذبذب بیان ہی۔ حالانکہ اس کی بابت کہیں نہ کہیں کسی تاریخ سے پتا لگ سکتا ہی۔ کیونکہ ۲۵ مارچ کو خداوند کریم کا فرشتہ نازل ہوا۔ اور خوشخبری دی۔ ۲۵ دسمبر کو آپکی ولادت تسلیم کیجاتی ہی۔ پھر یوم صلیب تک کتنی صحیح عمر ہوئی ذرا اسکی بھی تشریح کریں۔ اور بعد واقعہ صلیب کتنے برس زندہ رہے۔ اور کل عمر کتنی تھی۔ جب شہر گلیل میں بقول مرزا صاحب نقلی۔ اور پھر شہر کشمیر میں اصلی وفات پائی تعجب تو یہہ ہی کہ کہیں کچھ اور کہیں کچھ +
		نمبر ۵	نمبر ۵
۲۳۸	۲	مؤلف رسالہ ہذا کو تعجب ہی کہ محمد بن اسحاق نے سات گھنٹہ تک مرنا۔ نصاری	مؤلف رسالہ۔ یہودیوں کے عام رواج سے واقف نہیں ہی اُن میں یہہ دستور تھا۔ کہ اگر کوئی شخص ایک گھنٹہ بھی اُنکے پاس ٹھہرتا تھا تو وہ یہی کہتے تھے کہ ایک دن رہا۔ اور تین دن نسبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام

۱۴ کی کن کتابوں سے روایت لی ہے کیونکہ
تمام فرقے نصاریٰ کے اسی قول
پر متفق نظر آتے ہیں کہ تین دن تک
حضرت عیسیٰ علیہ السلام مرے رہے
اور پھر قبر میں سے آسمان کی طرف اٹھائے
گئے اور چاروں انجیلوں سے بھی یہی
ثابت ہوتا ہے۔ اور خود حضرت عیسیٰ
علیہ السلام انجیلوں میں اپنی تین دن
کی موت کا اقرار بھی کرتے ہیں بہر
حال موت اُنکی ثابت ہے +

۱۵ اگر کوئی یہہ اشکال پیش کرے کہ مسیح
تو انجیل میں کہتا ہے۔ کہ ضرور ہے کہ میں مارا
جاؤں اور تیسرے دن جی اُٹھوں تو
بیان مذکورہ بالا کیونکر اُسکے مطابق ہو سکے
جواب یہہ ہے کہ اُس موت سے حقیقی موت
مراد نہیں ہے بلکہ مجازی موت مراد ہے
یہہ عام محاورہ ہے کہ جو شخص قریب مرگ
ہو کر پھر بچ جائے۔ اُسکی نسبت یہی
کہا جا سکتا ہے کہ وہ نئے سر سے
زندہ ہوا مسیح پر جو یہہ مصیبت آئی کہ
وہ صلیب پر چڑھایا گیا اور کیلیں اُسکے

بھی اسی طرح سے کہے جاتے ہیں۔ کہ ایک دن وہ جس دن حضرت عیسیٰ
علیہ السلام کو بقول یہودیوں کے صلیب دی۔ جو بقول مرزا صاحب
عصر کا وقت تھا اور دوسرا دن سبت کا۔ اور تیسرا دن وہ جس روز حضرت
عیسیٰ علیہ السلام بقول یہودیوں اور عیسائیوں کی قبر میں سے
زندہ ہو کر اور بقول مرزا صاحب حالت سخت غشی سے خود بخود ہوش میں
آکر آسمان پر چلے گئے۔ اس طرح سے تین دن ہو گئے۔ اور جو اعتراض نسبت
محمد بن اسحاق مرزا صاحب فرماتے ہیں اور تعجب معلوم ہوتا ہے۔ کہ سات گھنٹہ
تک مرنے کی روایت کہاں سے لی۔ سات گھنٹہ کی روایت تو کہیں سے
نہیں لی یہہ تو مرزا صاحب کا من گھڑت اعتراض ہے بلکہ ساٹھ گھنٹہ جو
بدیہی طور پر ثابت ہوتے ہیں۔ کیونکہ یہہ کہیں سے ثابت نہیں ہوتا کہ
حضرت مسیح تین دن تک یعنے بہتر ۷۲ گھنٹے پورے کر کے اُٹھے۔ اور غشی
کی حالت سے آنکھ کھلی۔ بلکہ یہہ لکھا ہے کہ تیسرے دن۔ تو اس حساب
سے اگر فرض کر لیا جائے کہ دو رات دن کے اڑتالیس ۴۸ اور تیسرے
دن کے بارہ ۱۲ گھنٹے تو اس حساب سے ساٹھ گھنٹے پورے ہو گئے۔ یا
اُن کو مختلف طور سے یہہ ثابت ہو گیا ہوگا کہ ساٹھ گھنٹے کس گھنٹہ سے اور
کس گھنٹہ تک کیونکہ تین شب و روز کے اندر ہی ساٹھ گھنٹے ختم ہو جاتے
ہیں اگر بجائے ساٹھ گھنٹے کے اسی ۸۰ گھنٹے تحریر فرماتے جو تین شب و روز
سے بڑھ جاتے ہیں تب مرزا صاحب کو تعجب ہوتا۔ اس میں تو کوئی تعجب
کی بات نہیں ہے۔ صرف گھنٹوں کے حساب پر اتنا بڑا تعجب کا اعتراض
ایک شخص پر لگایا جاتا ہے اور اپنے گریبان میں منہ ڈال کر نہیں دیکھتے کہ اپنی
ہی تحریر سے جا بجا انحراف ہے +

اعضا میں بھوک گئیں جیسے وہ غشی
کی حالت میں ہوگیا یہہ مصیبت درحقیقت
موت سے کچھ کم نہیں تھی اور عام
طور پر یہہ بول چال ہے کہ جو شخص
ایسی مصیبت تک پہنچکر بچ جائے
اُسکی نسبت یہی کہتے ہیں کہ وہ
مر مر کر بچا اور اگر وہ کہے کہ میں تو
نئے سرے سے زندہ ہوا ہوں
تو اِس بات کو کچھ جھوٹ یا مبالغہ
خیال نہیں کیا جاتا اور اگر یہہ سوال
ہو کہ کونسا قرینہ خاص مسیح کے
لفظ کا اس بات پر ہے کہ اس موت
سے مراد حقیقی موت مراد نہیں تو اسکا
جواب یہہ ہے کہ یہہ قرینہ بھی خود
حضرت مسیح نے فرمایا ہے جبکہ فقیہہ
اور فریسی اور یہودیوں کے مولوی اکٹھے
ہو کر اُسکے پاس گئے کہ تو نے مسیح
ہونیکا دعوی کیا ہے۔ پر اس دعوی
کو ہم کیونکر بغیر معجزہ کے مان لیں تو
حضرت مسیح نے اُن فقیہوں اور
اور مولویوں کو جواب دیا۔

اسی بیان میں دیکھو کہ ایک جگہ کس زور شور سے ثابت کر دیا کہ حضرت عیسیٰ
علیہ السلام مر گئے اور اُسی قبر میں مر کر دفن ہوئے اور یہی قبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام
کی ہے۔ یعنے (بہر حال موت اُنکی ثابت ہے) یہاں تو بالکل یقینی طور پر
ثابت کر چکے۔ اب اُس قبر سے نکلنے ہی نہیں دیتے اور پھر آگے چلکر خود ہی
سفر اور اس بات کا ثبوت دیتے ہیں۔ (ایسا ہی قدرت الٰہی سے
مسیح بھی تین دن تک بحالت زندگی قبر میں رہیگا اور نہیں مریگا۔) وہ
موت جو پہلے ان الفاظ سے بیان ہوئی۔ یعنے بہر حال موت اُن کی ثابت
ہے۔ اب وہی ثبوت بیکار ہوگیا۔ جبکہ یہہ موت حقیقت پر محمول نہیں بلکہ
اس سے مجازی موت مراد ہے جو سخت غشی کی حالت تھی۔ صفحہ ۲۴۸
کی عبارت میں تک کے لفظ کا بطلان خود ہی عبارت صفحہ ۳۹۲ سے
جو مجازیں درج ہے ہو رہا ہے۔ اُور تیسرے دن جی اُٹھونگا۔ یہاں
کہاں لکھا ہے کہ تیسرے دن تک مردہ رہونگا اور بعد میں زندہ ہونگا مرزا صاحب
کا تک کا لفظ بے تکا معلوم ہوتا ہے۔ اور راست گوئی مرزا صاحب کی عیاں
متی باب ۱۶۔ آیت ۲۱۔ اُسوقت سے یسوع مسیح اپنے شاگردوں کو خبر
دینے لگا کہ ضرور ہے کہ میں یروشلم کو جاؤں اور بزرگوں اور سردار کاہنوں
اور فقیہوں سے بہت دُکھ اُٹھاؤں۔ اور مارا جاؤں۔ اور تیسرے دن
جی اُٹھوں +

یہاں وہی حقیقی موت مجازی موت بن گئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا
قول تو جناب مرزا صاحب کی شان میں نہایت موزوں بلکہ صادق ہے۔
(تو اپنی آنکھ سے پہلے شہتیر کو نکال تب اپنے بھائی کی آنکھ
سے تنکا نکالیو) سات گھنٹے یا ساٹھ گھنٹے پر اتنا اعتراض اور یہاں

که اس زمانه کے حرامکار لوگ مجھ سے معجزہ مانگتے
ہیں لیکن انکو بجز یونس نبی کے معجزہ کے
اور کوئی معجزہ نہیں دکھایا جائیگا یعنے
یہہ معجزہ دکھایا جائیگا کہ جیسے یونس نبی
تین دن مچھلی کے پیٹ میں زندہ رہا اور
مرا نہیں ایسا ہی قدرت الٰہی سے مسیح
بھی تین دن تک بحالت زندگی قبر میں
رہیگا اور نہیں مریگا۔ اب خیال کرنا چاہئے
کہ اگر مسیح کے الفاظ مذکورہ بالا کو حقیقی
موت پر حمل کریں تو یہہ معجزہ یونس کی
مشابہت کا باطل ہو جائیگا کیونکہ یونس مچھلی
کے پیٹ میں بحالت زندگی رہا تھا نہ مردہ
ہو کر سو اگر مسیح مر گیا تھا اور موت
کی حالت میں قبر میں داخل کیا گیا
تھا تو اسکو یونس کے اُس واقعہ سے کیا
مشابہت اور یونس کے واقعہ کو اسکے
اس واقعہ سے کیا مناسبت اور
مُردوں کو زندوں سے کیا مماثلت
اور یہہ کافی اور کامل قرینہ ہے کہ مسیح کا
یہہ کہنا کہ میں تین دن تک مرونگا
حقیقت پر محمول نہیں بلکہ اس سے

حقیقی اور مجازی موت کی کچھ پرواہ ہی نہیں۔ شائد سکتہ ہو کیونکہ جو
شخص اس مرض میں مبتلا ہوتا ہے اُس کو تین دن تک کہتے ہیں کہ مرتا نہیں
اگر اس قبر میں سے جس میں یوسف اریمتیانے پلاطوس سے اجازت لیکر
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو غشی یا سکتہ کی حالت میں دفن کیا تھا۔ جو
بیت المقدس میں تھی تیسرے دن یہودیوں نے حضرت مسیح علیہ السلام
کے شاگردوں کو کس طرح سے آپکو نکالنے دیا اور جب غشی کی حالت
سے ہوش میں آئے اور آوازیں دیکر بلایا۔ تو کس نے جاکر شاگردوں
کو اطلاع دی کہ عیسیٰ علیہ السلام بلاتے ہیں۔ اور کسی پر ظاہر نہ ہوا کہ
حضرت مسیح علیہ السلام پوشیدہ قبر سے نکل کر گلیل میں پہنچ گئے اور
وہاں جاکر تا دم واپسین کس کے گھر میں چھپے رہے اور جب آپکا ظاہری
اور حقیقی اور اصلی انتقال ہوا تو اُسوقت وہاں کتنے شاگرد حاضر تھے۔
یا گلیل کے لوگوں نے آپکا کفن ودفن کیا۔ اور کس طریق پر کیا۔ بہ طریق یہودیوں
کے یا کسی اور طور پر جس طرح سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے وصیت کی
ہو۔ اور نبوت کے احکام اُسی روز ختم ہو چکے ہوں جس روز آپ پر غشی طاری
ہوئی کیونکہ پھر تو آپ نے چند روز ہی بقول مرزا صاحب چھپے چھپے یہودیوں
کے ڈر کے مارے زندگی بسر کی۔ کیا شہر جلیل میں یہودی نہیں تھے
کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہہ حکم بھی دیا تھا کہ میری قبر مت بنانا
زمین کے برابر کر دینا۔ تاکہ کوئی نشان معلوم نہ ہو۔ مبادا یہودی خبر پاکر
میری لاش نکال لیں۔ حیرت ہے کہ سرندیپ میں اماں حوا کی قبر ابتدائے
آفرینش سے ہو۔ اور مسیح علیہ السلام کی قبر جلیل میں ندارد۔ مرزا صاحب
کا صرف یہہ لکھدینا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام گلیل میں پہنچ گئے اور وہاں

مجازی موت مراد ہی جو سخت غشی
کی حالت تھی +

۹ ۱۰ ۱۱

حضرت مسیح نے یونس نبی کے نشان
کیطرف جو اشارہ فرمایا تو اس سے حضرت
مسیح کا یہہ مطلب تھا کہ یونس نبی مچھلی کے پیٹ
میں ہلاک نہیں ہوا بلکہ زندہ رہا اور زندہ نکل
آیا ایسا ہی میں بھی صلیب پر نہیں مرونگا
اور نہ قبر میں وہ داخل ہونگا +

نوٹ:- یہہ پیشین گوئی تو حضرت مسیح
کی بقول مرزا صاحب بالکل جھوٹ نکلی
کیونکہ مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ وہ اپنے
وطن گلیل میں مُردہ قبر میں دفن ہوا
پھر اس پیشین گوئی کو تسلیم بھی کرتے
ہیں اور اُسکی تشریح بھی فرماتے ہیں کہ
یہہ واقعہ ضرور ایسا ہی ہوا کہ وہ قبر میں
مُردہ داخل نہیں ہوا (معترض)

نمبر ۶

یہہ ہی کہ انبیا بحیات جسمی مشابہ
بحیات جسمی دنیاوی زندہ ہیں اور
شہدا کی نسبت اُنکی زندگی اکمل و اقوی ہی

نمبر ۷

۲۵ ۱ نیز نمبر ۶ میں بھی حضرت داؤد

انتقال فرمایا اور مدفون بھی وہیں ہوئے۔ بغیر ثبوت کوئی وقعت نہیں
رکھتا۔ اور پھر خود ہی کس منہہ سے اُن کو شہر کشمیر میں لا کر یشوع آسف بنا کر
دفن فرماتے ہیں۔ مرزا صاحب پر عجیب عجیب الہام وقتاً فوقتاً ہوتے
ہیں جو ایک دوسرے سے بالکل مغایرت رکھتے ہیں۔ کیا قوت حافظہ
میں اسقدر فتور آگیا ہی کہ اپنی تحریر پر ثابت قدم نہیں رہ سکتے۔ ہاں وہ
کس طرح سے رہ سکیں جب اور جس وقت جو الہام ہوا وہی لکھدیا۔
مرزا صاحب تو خود مجبور ہیں اور مسیح موعود کا لفظ بھی شاید کاتب لکھہ
دیتے ہونگے کیونکہ مرزا صاحب کی تو لمبی لمبی تحریریں صاف دلالت
کر رہی ہیں کہ مسیح موعود اصلی آنیوالا ہے یا یہہ سبب ہی کہ آپ کی
راست گوئی پر حرف نہ آوے اور ان الخرافات سے شاید یہہ مراد ہو کہ
اپنی راست گوئی قائم رہے کہ جیسا الہام ہوا ویسا ہی لکھہ دیا۔ کبھی
کچھہ اور کبھی کچھہ +

نمبر ۶

مرزا صاحب کی تحریر سے یہہ بھی ثابت ہوتا ہی کہ نبیوں کو بخلاف ارواح
شہدا۔ و اولیا اور اور برگزیدہ ارواحوں کے۔ بطریق مستثنیٰ۔ جو قالب
ملتا ہی وہ بمشابہہ اسی جسم عنصری کے ملتا ہی۔ کیونکہ اسی جسم عنصری
کے مشابہ جسم کے ساتھہ دنیا میں آتے ہیں اور عین حالت بیداری
میں مرزا صاحب کے ساتھہ ملاقات کرتے ہیں۔ یہہ عبارت مرزا صاحب
نہایت غور طلب ہی۔ جسم مشابہ جسم دنیاوی +

نمبر ۷

مرزا صاحب اس کی تشریح صرف اسقدر فرما کر چپ ہو جاتے ہیں اور ان

علیہ السلام بوحی الٰہی یہہ فرماتے ہیں کہ تو میری جان کو قبر میں رہنے نہیں دیگا اور تو اپنے قدوس کو سڑنے نہیں دیگا (یعنے بلکہ تو مجھے زندہ کریگا اور اپنی طرف اُٹھالیگا) (یہہ ترجمہ مرزا صاحب کا ہی) +

دونوں فقروں کو ایک ہی سمجھتے ہیں (یعنے بلکہ تو مجھے زندہ کریگا اور اپنی طرف اُٹھالیگا) - بس فقط روح کو تو موت نہیں زندہ کرنا اور اپنی طرف اُٹھالینا کیا معنے - یہہ تو مرزا صاحب کی تفسیر بالرائے ہی - سڑنے گلنے کے معنے ندارد - روح بھی کبھی سڑتی گلتی ہی - آپکی تفسیر بالرائے کیا ہی قابل تعریف ہی - بلکہ اُس سے صاف ظاہر ہی اور یہہ نتیجہ نکلتا ہی کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے دو پیشین گوئیاں کی ہیں فقرہ اول کو دوسرے فقرہ سے بالکل علیحدہ کیا ہی +

اوّل - اپنی نسبت تو یہہ فرمایا - کہ تو میری جان کو قبر میں رہنے نہیں دیگا - اسکے یہہ معنے صاف ہیں کہ جیسا کہ سب بنی بشر کی روح عالم ارواح میں داخل کیجاتی ہی ویسا ہی میری صرف روح کو قبر میں نہیں رہنے دیگا - جہاں مقربان بارگاہ کی روحیں ہیں وہاں داخل ہوگی اس سے یہہ بات بھی پائی جاتی ہی کہ میری روح اعلی علیّیین پر پہنچیگی - کیونکہ مرزا صاحب کا تو یہہ قول ہی کہ بعضی ارواح انسانی ایسی ہیں کہ آسمانوں پر جانے سے محروم رہینگی - روح انسانی بھی دو طرح کی ہیں ایک آسمانی ایک زمینی - زمینی روحیں یہیں رہتی ہیں وہ بدکاروں اور گنہگاروں کی روحیں ہیں - اسی خوف سے حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنی روح کی نسبت بقول مرزا صاحب آسمانی روح ثابت کرنے کے لئے یہہ تشریح فرمائی ہی - تاکہ مرزا صاحب جو داؤد علیہ السلام پر بھی بہت سے اعتراض کرچکے ہیں اور کرتے ہیں - کہیں یہہ فتویٰ نہ لگادیں کہ داؤدؑ کی روح بھی اُن ہی زمینی روحوں کی فہرست میں

ہم نے کشفی طور پر دیکھی ہے۔ کیونکہ داؤد بھی گنہگار تھا۔ اسی زمانہ کے خیال سے حضرت داؤد علیہ السلام نے اُسوقت تخصیص لگادی تھی کیونکہ مرزا صاحب صفحہ ۱۵۵ میں فرماتے ہیں کہ جو میری ذریت سے ہوگا آسمانی ہے۔ اور زمین والوں کی راہ سیدھی کریگا۔ جو زمین والے ہیں اُن کی نوروحیں بھی بقول مرزا صاحب زمینی ہیں مگر میرا جسم عنصری قبر میں رہیگا اور سڑیگا۔ کیونکہ جسم عنصری سڑ گل کر خاک ہوجائیگا یہاں سڑنے نہیں دیگا سے کیا مطلب اور کیا محل ۔

دوم۔ پھر دوسرا فقرہ جو اس عبارت سے بالکل علیحدہ اور فحوائے کلام سے صاف اور صریح طور پر جدا ہے اور اُسکے معنے واضح طور پر ایک اور امر کیطرف دلالت کررہے ہیں وہ یہہ ہے۔ کہ تو اپنے قدوس کو سڑنے نہیں دیگا۔ یعنے اُس کی لاش یا جسم عنصری کو جس کو تو نے اور ملائکہ۔ یا قدوسیوں کے ہمرنگ پیدا کیا ہوا ہے۔ اور کبھی کسی وقت پر جسم عنصری دیکر دنیا میں ایک عجیب الخلقت۔ یا مظہر العجائب کے طور پر جسکا پیدا ہونا۔ بنی بشر کی پیدائش سے مختلف ہوگا۔ سڑنے نہیں دیگا۔ اگر خدا قادر مطلق جس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کیا۔ اور اس معجزہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جو ایک مظہر العجائب والغرائب خدا کے کاموں میں سے ایک کام ہے سبکو تسلیم کرنے میں بہت سے فرقہ یہود اور نصاریٰ کے ابتک متامل ہیں اور آجکے زمانہ میں نیچری۔ اور جیسا خود مرزا صاحب کی تحریرات سے بھی ترشح ہوتا ہے۔ اور اکثر جگہ دبی قلم سے ایسا بھی تحریر کرجاتے ہیں کہ اپنے باپ یوسف کے ساتھ نجاری کا کام کرتا رہا (ایسے

صفحہ	سطر		

کے لفظ سے صاف ترشح ہوتا ہی کہ اپنا بیٹا وہی کہلائیگا جو اپنے تخم
سے پیدا ہو۔ جیسا کہ مرزا صاحب اپنی ذریات میں ایک شخص کا پیدا
ہونا بیان فرمارہے ہیں۔ تو کیا مرزا صاحب بھی یہود و نصاری کی
طرح شامل نہیں ہیں۔ اور جناب سر سید احمد خان بہادر بالقابہ
مرحوم کی کاسہ لیسی سے باہر۔ پھر یہہ معجزہ خاص جو حضرت عیسی علیہ السلام
کو عطا ہوا اور اس معجزہ کی شہادت بھی ہو۔ کہ عہد طفولیت میں ہی
دوسرا معجزہ گویائی کا عطا ہوا ہو۔ کہ اپنے نبی برحق ہونے پر خود آپ
ہی نے شہادت دی ہو۔ اور یہودیوں کے دلوں کے وسوسہ کو
دور کیا ہو تو کیا اُس قادر مطلق کے اختیار سے باہر ہی کہ اُن کے جسم
عنصری کو بھی جو ایک طرح سے ایک علیحدہ بناوٹ بھی رکھتا ہو
جس میں مرد کے نطفہ کی شمولیت بھی نہ ہو۔ اور فرشتہ نے بھی گواہی
دی ہو کہ جو تیرے پیٹ میں ہی وہ روح القدس سے ہی۔ اور دنیا میں
آکر عیسی روح اللہ کے نام سے بھی ملقب ہوں اُس کے جسم عنصری
کو سڑنے نہ دے اور کسی خاص حکمت سے ہمارے علم سے اُسکو علیحدہ
رکھے تو کیا اُس کی قدرت سے بعید ہی۔ مادہ جسم عنصری ابتدا سے
ہی مشابہ بجسم عنصری ہو۔ جیسا کہ نبیوں کو عطا ہوتا ہی۔ جس کا ذکر مرزا
صاحب نے حاشیہ صفحہ ۲۴۹ میں کیا ہی تو کیا اُس کی قدرت
سے بعید ہی کیونکہ ہمارا علم تو اتنا ہی ہی۔ لا یحیطہ۔ اس قلیل البضاعت
پر ہم یہہ حجت پیش کریں کہ ہمارے جسم عنصری کی طرح جو باپ اور ماں کے
دو نطفوں سے مکر بنتا ہی۔ کیوں حضرت عیسی علیہ السلام کا جسم علیحدہ
رکھا جاتا ہی۔ قابل افسوس نہیں۔ خدا کے کاموں میں بھی دخل در معقولات

صفحہ | سطر

اسی لئے تو داؤد علیہ السلام نے شہادت دی ہے۔ کہ تو اپنے قدوس
کو سڑنے نہیں دیگا۔ کیونکہ حضرت داؤد علیہ السلام کے جسم عنصری
اور ہم سب کے جسم عنصری سے اُس میں بالکل مغایرت پائی جاتی
ہے۔ اور اپنے جسم کی بابت کیوں ایسا فرماتے وہ تو جانتے تھے
اسی لئے اُنہوں نے صرف اپنی روح کی بابت ذکر کیا ہے نہ جسم کی
بابت کیونکہ روح تو سڑتی گلتی نہیں نہ خاک میں ملکر خاک ہوتی ہے۔
ماسوائے اس کے جب حضرت ایلیا نبی کے جسم عنصری کو جسکی
بناوٹ مرزا صاحب کے جسم عنصری سے بکلی مشابہ ہے۔ مرزا صاحب
چادر سے نسبت دیتے ہیں جسکو اگر تسلیم بھی کر لیں تو یہ اُسکی قدرت
ہے کہ معہ جسم عنصری خاکی کو ایک کپڑے کی چادر بنا دیا۔ اور اتنے بڑے
جسم عنصری کو بعد نکل جانے روح کے جسکا وزن ڈیڑھ من پختہ
سے کم نہ ہوگا۔ ایک چھٹانک بھر بنا دیا۔ اور ہئیت اصلی بھی
بالکل بدل دی۔ اور انسان کی عام موت سے اسکو علیحدہ رکھ
لیا۔ اور بظاہر زمین سے کسی حصہ تک معہ جسم عنصری کے
رفع دیکر پھر جسم کو چادر کی شکل میں اوپر سے نیچے زمین پر پھینک دیا
کیونکہ مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ جسم عنصری چادر بنکر اوپر سے گرا
اور پھر آپکا شاگرد الیسع نبی جس نے وہ چادر اُٹھا کر کندھے پر ڈال
لی اور اُس سے دوسرا معجزہ بھی عیاں ہوا۔ کہ اُسی چادر کے
مارنے سے دریا پھر دو پارہ ہوگیا۔ اور پھر اُس چادر کو جسم عنصری
نہ سمجھکر قبر میں دفن بھی نہ کیا۔ اور قبر بھی حضرت ایلیا نبی کی دنیا میں
مرزا صاحب نہیں بتلا سکتے۔ اور دوسری نظیر۔ خود مرزا صاحب

صفحہ	سطر	نمبر ۸
۶	۱۳	بلکہ مسیح کے معجزات اور پیشین گوئیوں پر جسقدر
۷	۳	اعتراض اور شکوک پیدا ہوتے ہیں میں نہیں سمجھ سکتا کہ کسی اور نبی کے خوارق یا پیش خبریوں میں کبھی ایسے شبہات پیدا ہوئے ہوں۔ کیا تالاب کا قصہ مسیحی معجزات کی رونق دور نہیں کرتا اور پیشین گوئیوں کا حال اس سے بھی زیادہ تر ابتر ہے +
۷	۱۵	امور اخباریہ کشفیہ میں اجتہادی غلطی انبیا سے بھی ہوتی ہے +
۹	حاشیہ	اس جگہ حضرت مسیح کی تہذیب اور اخلاقی حالت پر ایک سخت اعتراض وارد ہوتا ہے +

کی تحریر جو پہ صاحب سے نسبت بابا نانک صاحب عیاں ہو کہ جسکا جسد عنصری خداوند قادر مطلق نے اپنے ازلی ارادہ کے مطابق جہاں سے ناپید کر لیا ہو اور چادر (جسکو مرزا صاحب نے یہاں جسم عنصری نہیں بتلایا بلکہ کپڑے کی چادر ہی تسلیم کیا ہے) ہندو مسلمان دو فرقوں کی بحث رفع کرنے کے لئے چھوڑ دی ہو اور وہی کپڑے کی چادر بیچ میں سے نصف نصف کر کے باہم تقسیم کرا دی ہو۔ اور بابا نانک صاحب کا جسم عنصری بھی قبل از رفع بحث رفع پذیر ہو گیا ہو پھر اس زمانہ کے لوگ مرزا صاحب کی دو تاویلات بھی مستحکم۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام کی پیشین گوئی کی شہادت بھی اپنے پاس رکھتے ہوں۔ اور یہہ کہیں کہ اس قادر قدیر کی کیا معلوم کیا حکمت حضرت مسیح علیہ السلام کے ظاہری جسم عنصری کو جو صرف مشابہ بجسم عنصری تھا۔ دنیا کے لوگوں کی نظروں سے علیحدہ رکھنے میں ہو۔ پھر بھی مرزا صاحب اسقدر جزع فزع کریں اور خواہ مخواہ اپنی ہی تحریرات سے منکر ہوتے جائیں اسکا کیا علاج اسکا علاج خود مرزا صاحب ہی کر لیں۔ یہہ مرض مزمن لاعلاج دوسروں کے علاج سے باہر ہے یا حکیم حاذق صاحب سے کوئی نسخہ لکھوا لیں +

نمبر ۸

حضرت عیسی علیہ السلام کی نسبت قرآن کریم سے کہیں یہہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ مسیح کو ہم نے ایک شعبدہ باز پیدا کیا نہ حضرت رسول کریم مخبر صادق نے یہہ ارشاد فرمایا کہ حضرت مسیح کے معجزے خوارق پیشین گوئیاں جھوٹی تھیں نہ کبھی شبہات پیدا ہوئے

نسخہ سطر

کیونکہ فقیہہ اور فریسی
موسیٰ کی گدی پر بیٹھے
ہوئے ہیں یعنے بڑے
بزرگ ہیں۔ اور انہیں
(یعنے حضرت عیسیٰ علیہ السلام
کو) یہہ بھی معلوم تھا کہ وہ
لوگ یہودیوں کے مقتدا
کہلاتے تھے اور قیصر کے
دربار میں بڑی عزت کے
ساتھ خاص رئیسوں کیساتھ
بٹھائے جاتے تھے
پھر باوجود ان سب باتوں
کے۔ انہیں فقیہوں اور
فریسیوں کو مخاطب کرکے
حضرت مسیح نے نہایت
غیر مہذب الفاظ استعمال
کئے بلکہ تعجب تو یہہ ہی کہ
اُن یہودیوں کے معزز
بزرگوں نے نہایت نرم
اور مؤدبانہ الفاظ سے
سراسر انکسار کے طور پر

نہ کبھی کسی دوسرے نبی کے بالمقابل مسیح علیہ السلام کی پیشین
گوئیوں کا حال زیادہ ابتر ہوتا۔ بیان فرمایا۔ بلکہ بخلاف اس کے
اپنا بھائی تصور فرمایا۔ اور جو پیشین گوئیاں نسبت فقیہوں اور
فریسیوں کے بیان فرمائی تھیں چھ سَو برس بعد سب قرآن شریف
سے پایۂ ثبوت کو پہنچ گئیں۔ اگر مرزا صاحب اپنے خیال ناقص
سے زیادہ ابتر ٹھہرائے جائیں۔ تو جو حجاب ابھی مرزا صاحب
پر وارد ہی یہہ سب اُسی کا باعث ہی +

تالاب کا جو قصہ بیان کرتے ہیں کہ مسیحی معجزات کے رونق دور
نہیں کرتا کسقدر بڑا اہتمام ہی۔ اگر مسیح کے معجزات خداوند عالم
کے نزدیک تالاب کی تاثیرات سے بے قدر تھے تو حسب خیال مرزا
صاحب خداوند قادر مطلق ایسا مجبور اور لاچار تھا کہ وہ اُس نے حضرت
مسیح کے لئے کسی اور قسم کے معجزات تلاش کئے کہ جو تالاب کی
تاثیرات سے علیحدہ ہوں نہ پا سکا اور لاچار ہوکر انہیں شعبدہ بازیوں
پر اکتفا کیا۔ اور یہودیوں یا اُن کے ہم خیال لوگوں سے جو آج مثل
مرزا صاحب وغیرہ ہیں نادم ہوا۔ تالاب کے قصہ جات کے بالمقابل
تو اور اور زمانوں میں بھی ایسے اعجوبہ ظاہر ہوئے ہیں۔ چنانچہ جب اجم
جیپال بن اشپتال اور محمود غزنوی کے ساتھ معرکہ آرائی تھی اُسوقت
ایک تالاب میں نجاست وقاذورات ڈالنے سے ہوا۔ رعد کا غریو
ابر باراں۔ اسقدر زور شور سے ایک لمحہ میں یہہ سب سامان ہوگئے
کہ راجہ کی فوج کے دل گھبرا گئے اور ناچار ہوکر صلح پر آمادہ ہوئے
کیا وہ بھی تالاب کا معجزہ تھا جسکو انسان اپنے خیال ناقص میں

صفحہ	سطر		
		حضرت مسیح کی خدمت میں یوں عرض کیا۔ کہ اے اُستاد ہم تم سے ایک نشان دیکھا چاہتے ہیں اُنکے جواب میں حضرت مسیح نے اُنہیں مخاطب کر کے یہہ الفاظ استعمال کئے۔ کہ اس زمانہ کے بد اور حرامکار لوگ نشان ڈھونڈھتے ہیں۔ بلکہ اسی پر بس نہیں کی۔ بلکہ وہ اُن معزز بزرگوں کو ہمیشہ دشنام دہی کے طور پر یاد کرتے رہے کبھی اُنہیں کہا اے سانپوں کے بچو۔ کبھی اے سانپو اُنہیں کہا۔ کبھی اندھے۔ کبھی اُنہیں کہا ریاکار کبھی اُنہیں نہایت فحش کلمات سے یہہ کہا کہ کنجریاں تم سے پہلے خدا تعالیٰ کی بادشاہت میں داخل	یہہ سمجھتا ہے کہ نیچر کے برخلاف کوئی امر ہو نہیں سکتا اور کسی اعجوبہ کو تسلیم نہیں کرتا جیسا کہ آجکل نیچری۔ مگر اُن کو یہہ معلوم نہیں کہ یہہ بھی نیچر ہی ہے جسکی ماہیت سے ہم بے بہرہ ہیں صرف اپنی معلومات کو ہی نیچر سمجھتے ہیں۔ خدا کے علم وسیع کو کہتے ہیں کہ ہم نے احاطہ کر لیا ہے۔ ذو الجنسین انسانوں میں اور عجیب الخلقت حیوانات کا ہونا اگر بیان کیا جائے تو کبھی تسلیم نہیں کرتے اور جب اُن کو آنکھ سے دکھلا دیا جاوے تب یقین کرتے ہیں پھر نیچر کو کس طرح سے محدود کر لیا۔ اسی طرح سے مرزا صاحب بھی پیروی نیچریوں کی کرتے ہیں اگر مرزا صاحب سے یہہ کہا جاوے۔ کہ [illegible]ء میں بمقام موضع کھنہ ضلع و تحصیل لودیانہ میں ایک بکرا تھا۔ وہ دودھ بھی اتنا دیتا تھا جسقدر ایک بکری دیتی ہے۔ اور نر بھی تھا۔ یعنے فاعلیت کا آلہ بھی اُس کے پاس تھا۔ اور سارے ریوڑ کی بکریاں اُسی سے حاملہ ہوتی تھیں اور بچے جنتی تھیں تو کیا مان لینگے۔ کبھی نہیں۔ اگرچہ پہلے سرمہ چشم آریہ میں ضلع مظفر گڈھ کے بکرے کو تسلیم کر چکے ہیں۔ اور کہینگے کہ خلاف نیچر۔ اگر آنکھ سے دیکھ لیتے تو مطابق نیچر۔ پس جب ہم نیچر کے علم سے بے بہرہ ہیں تو یہہ اعتراض نبیوں کے خرق عادات اور معجزات پر پیدا کرنے اور تالاب کی تاثیرات سے بے قدر۔ اور زیادہ تر اعتبر۔ بلکہ یہہ کہنا کہ مسیح علیہ السلام تو شعبدہ بازی کے کام میں بھی پورے طور سے مہارت نہیں رکھتے تھے۔ دوسرے نمبر پر تھے۔ اول نمبر پر تو وہ تھا جسکی لاش کی ہڈی چھونے سے مردہ زندہ ہو جاتا تھا

صفحہ	سطر		
		ہوتی ہیں اور کبھی انکا نام سوئر اور کتار کھا کبھی انہیں کہا کہ تم جہنمی ہو حالانکہ آپ ہی حلم اور خلق کی نصیحت دیتے ہیں +	اور وہ ایک گدھے پر اُسی تالاب کی مٹی لاد کر اپنی ہمراہ لئے پھرا کرتے تھے۔ جب کہیں کسی موقعہ پر کسی شعبدہ کے دکھلانے کی ضرورت ہوتی تھی اور وہ بھی بے سود۔ کیونکہ یہودیوں کا بچہ بچہ ایسی شعبدہ بازیاں سب جانتے تھے تو اُسی مٹی سے مورت وغیرہ بنا کر دکھلا دیتے تھے اور وہ تاثیر جو اُس مٹی میں تھی اُس کا ظہور ہو جاتا
۹	۸	بلکہ ایک مرتبہ فقیہوں اور فریسیوں نے جن کی قیصر کی گورنمنٹ میں بڑی عزت تھی حضرت مسیح سے معجزہ مانگا۔ تو حضرت مسیح نے اُنہیں مخاطب کر کے پر اشتعال اور پر غضب الفاظ سے فرمایا کہ اس زمانہ کے بد اور حرامکار لوگ نشان ڈھونڈھتے ہیں +	تھا۔ مگر جب تک وہ مٹی گدھے پر لدی رہتی تھی تب تک مٹی کی مٹی رہتی تھی"۔ کسقدر نازیبا ہی اور دوسرا نمبر جو حضرت مسیح کو مرزا صاحب نے عطا کیا ہی وہ بھی بے سود کچھ فائدہ نہیں دیتا حضرت مسیح تو کسی گنتی میں نہیں ہیں جب عام یہودیوں کا بچہ بچہ شعبدہ باز تھا۔ اب خیال کرنا چاہیے کہ خداوند عالم قرآن شریف میں اُن لوگوں کی نسبت جو مٹی کی مورتیں تو درکنار مٹی کے کھلونے ناقوس پہوپُو* وغیرہ جو کفار کے استعمال کی چیزیں ہیں جو ایام نوروز وغیرہ میلوں میں بناتے ہیں اُن کی نسبت کیا حکم فرماتا ہی۔ اگر وہ بہشت سے محروم رہینگے تو پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جو بانی مبانی بقول مرزا صاحب ایسی مورتوں کے ہیں کس طرح سے نبی برحق۔ اور بہشتی داخل جنت جس کی امت میں اب پچاس کروڑ موجود ہوں مان لیا جائے۔ قرآن شریف
۱۶	۲	اور جیسا کہ حضرت مسیح نے فرمایا تھا + کہ میں صلح کرانے نہیں آیا بلکہ تلوار چلانے آیا ہوں سو اُنہوں نے زبان کی	سے ہی پایہ ثبوت کو پہنچتا ہی۔ کہ اُنکے لئے کیا حکم ہی مرزا صاحب تو صرف اعتراض مسیح علیہ السلام پر ہی نہیں کرتے۔ بلکہ قرآن شریف پر اور خود خالق کل موجودات پر کرتے ہیں۔ اور یہہ جو اجتہادی غلطیوں کا انبار حضرت مسیح کے سر پر رکھا جاتا ہی۔ اُسکی نسبت بھی

* اس کا مفصل حال کتاب اکسیر ہدایت میں دیکھ لو +

صفحہ	سطر	
		تلوار ایسی چلائی کہ کسی نبی کی کلام میں ایسے سخت آزار وہ الفاظ نہیں جیسے انجیل میں ہیں اس زبان کی تلوار چلنے سے آخر مسیح کو کیا کچھ آزار اُٹھانے پڑے

کچھ تھوڑا سا ذیل میں عرض کیا جاتا ہے جس میں اجتہادی غلطیوں کا ذکر کیا ہے۔ یہہ امر پیشگوئیوں سے متعلق کیا ہے۔ مگر چونکہ پیشگوئی بجز وحی یا الہام نہیں ہو سکتی۔ یہہ الہام بقول سر سید احمد خان صاحب بہادر مرحوم بالقابہ۔ پانچویں قسم میں اگر شمار کیا جاوے تو وہ اپنی کتاب تبیین الکلام کے صفحہ ۱۱ میں تحریر فرماتے ہیں ہم مسلمان ان دونوں قسموں کی وحیوں میں یعنے جو نبی پر آوے۔ اور جو غیر نبی پر آوے۔ تمیز رکھنے کو یہہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ جو وحی انبیا کو ہوتی ہے۔ اُس میں کبھی غلطی نہیں ہوتی نہ اصل وحی میں اور نہ تعبیر معنی میں اور جو وحی انبیا کے سوائے اور مقدس لوگوں کو ہوتی ہے اُس میں سمجھ کی غلطی کا احتمال ہے خواہ باعتبار وحی سمجھنے میں اُس واقعہ کے جو ہوا خواہ باعتبار تعبیر اور تفہیم معنی وحی کے۔ علاوہ اس کے ایسے وحی جس سے شریعت کا کوئی حکم پیدا ہو وہ نبی کے سوا اور کسی کو نہیں ہوتی۔ اب ناظرین خود ہی انصاف کریں۔ اور جس کو قابل ترجیح سمجھیں ترجیح دیں۔ میری رائے ناقص میں تو ترجیح سر سید احمد خان صاحب بہادر مرحوم بالقابہ کی تحریر کو دینی چاہئے۔ کیونکہ بہت سی باتوں میں مرزا صاحب سر سید صاحب کے کاسہ لیس پائے جاتے ہیں +

جب مرزا صاحب نسبت مسیح علیہ السلام اسقدر اعتراضات کرتے ہیں کہ اُن کا داخل جنت ہونا مشتبہ ہے۔ کیونکہ اُن کا قول و فعل سب زیادہ تر ابتر۔ اور خود مرزا صاحب کے الہامات جو وحی سے ہیں وہ سب شکوک و شبہات سے مبرا۔ تو پھر کیوں باہم مماثلت کا شوق پیدا ہوتا ہے جب ایسے شخص کا صرف شائبہ مرزا صاحب میں ہے وہی تو نقص کا باعث ہے

صفحہ	سطر		

اگر اس سے اپنے آپ کو مبرا کرنا چاہتے ہیں تو بالکل مماثلت کا نام نہ لیں
سرسید احمد خان صاحب بہادر نے جو اور مقدس لوگوں پر وحی کا آنا تسلیم کر لیا
ہی میری رائے میں عام لوگ یہہ خیال نہ کرلیں کہ اُسی قسم کی وحی اب
بھی مُقدّس لوگوں پر ہوتی ہی - اور مرزا صاحب پر بھی وہی وحی ہی وہ
ذکر جو ہی پہلے کا ہی ہمارے حضرت محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
جو ختم المرسلین ہیں تو وحی بھی بند ہو چکی - کیونکہ وحی حضرت جبرئیل
علیہ السلام سے مراد ہی جسکو مرزا صاحب خود بھی تسلیم کر چکے ہیں کہ
وحی کا آنا قطعی طور سے بند ہو چکا ہی - پھر جب قطعی اور یقینی طور سے
بند ہو چکا تو اب خاص مرزا صاحب کے لئے دوبارہ آنیکا اجراء
کسی طرح سے نہیں ہو سکتا اس کے حقدار پیغمبر ہی تھے جن میں سے
چار سب سے زیادہ مستحق - جن پر - زبور - توریت - انجیل - فرقان
کلام آلہی نازل ہوا - بھلا جب وحی کے حقدار یہی لوگ تھے - اب مرزا
صاحب اوّل تو خود ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دشمن بدرجہ اعلیٰ
توہین کرنیوالے - اور پھر خود ہی اُن کے مثیل بنیں اور وحی کا نازل ہونا
اپنے لئے نزول من القادیاں ٹھہرالیں کوئی عقل سلیم والا اسکو تسلیم
کریگا - جسقدر اولیاء اللہ گذر چکے ہیں کسی نے یہہ دعویٰ نہیں کیا کہ اللہ
جلّشانہٗ بلا وساطت وحی ہم سے ہمکلام ہوتا ہی اور نئی طرح کی عبارت
جو قرآن شریف سے ملتی ہوئی ہو - ہم پر کشف کے طور پر نازل ہوتی ہی
یہہ دعویٰ جو ہی تو صرف مرزا صاحب کو ہی - پھر مثیل کیسا - تمام اولیاء اللہ
اپنی ریاضت اور محنت سے جو استغراق کامل حاصل کرتے تھے وہ
صرف صفائی قلب تھی اور ایک نور سے اُن کا قلب مجلی ہو جاتا تھا - اور

صفحہ	سطر		
			اُسی کے ذریعہ سے ذوق وشوق پیدا ہو جاتا تھا۔ نہ یہہ کہ وحی نازل ہوتی تھی۔ وحی تو ایک خاص چیز ہی جو پیغمبروں کے لئے خاص ہی جیسا کہ خود حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسکی تائید میں۔ کتاب تائید محمد والقرآن کے صفحہ ۵۸ میں جو عبارت درج ہی۔ تحریر کیجاتی ہی۔ چونکہ آنحضرت بہت صاف باطن تھے۔ لہذا آپ نے اپنے متقدمین نبیوں کی تعظیم کا بھی حکم کیا۔ جیسا اپنے واسطے کیا تھا۔ اور یہہ فرمایا کہ وحی حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوئی اور قرآن شریف کے رواج تک ختم ہوئی۔ آنحضرت نے مسلمانوں کو تلقین فرمایا کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نہایت عظمت کریں۔ ساتویں اور سویں سورتیں دیکھو۔ اور رومن کیتھلک مذہب کے عیسائیوں نے قرآن شریف سے ایک عمدہ خیال لیا ہی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ دوشیزہ تھیں زیادہ تشریح اصل کتاب میں قابل دید ہی کہ جہاں ایک عیسائی کو جو مسلمان ہو گیا تھا۔ اور پھر عیسیٰ علیہ السلام کو بُرا کہنے لگا۔ کیا سزا دی گئی۔ یعنے قتل کیا گیا اس عبارت سے ہی صرف مرزا صاحب کے اتباع سنت محمدی اور ایمانداری کا موازنہ ہو سکتا ہی کہ کہاں تک حضرت محمد رسول اللہ کے حکم کے پیرو ہیں تہذیب اخلاق پر سخت اعتراض ایک ہی جملہ ایک ہی واقعہ۔ ایک ہی مضمون کو مرزا صاحب نے بار بار کئی جگہ بیان کر کے سخت اعتراض پیدا کیا جس سے معلوم ہوتا ہی کہ یہودیوں کے فقیہہ اور فریسی مرزا صاحب کے قریبی رشتہ دار ہیں کیونکہ عبارت کو ایک پیرایہ میں لا کر فقیہوں کی کسر نفسی اور حضرت مسیح کا اشتعال۔ ایسے ڈھنگ سے دکھلایا ہی کہ خواہ مخواہ پڑھنے والے

صفحہ	سطر		
			دھوکہ میں آجائیں۔ فقیہوں کی تعریف۔ اقتدار۔ قیصر کا دربار۔ زرم مودبانہ سراسر انکساری سے التجا۔ صرف ایک نشان کے لئے۔ اور حضرت مسیح کا بے تہذیب۔ نہایت غیر مہذب الفاظ پر استعمال بد۔ ہائے جہنمی وغیرہ کہکر موازنہ کیا ہے۔ مرزا صاحب کی عبارت بغور پڑھنے سے لطف آتا ہے جن یہودیوں فقیہوں فریسیوں کی اسقدر خاطرداری مرزا صاحب نے کی اور حضرت مسیح کو ملزم ٹھہرایا ہے۔ اسکا فیصلہ قرآن شریف نے نہایت عمدہ اور واضح طور پر ایسا کر دیا ہے کہ یہاں حاجت تحریر نہیں ہے جس جس مقام میں یہودیوں کی نسبت اُن کا جہنمی ہونا درج ہے۔ اُن مقامات کو پڑھکر دیکھ لیا جاوے یا تبیین الکلام میں چند آیات اُنکے جہنمی ہونے کی نسبت درج ہیں وہی پڑھ لیجاویں۔ جس سے یہہ ثابت ہوگا کہ جو جو حضرت مسیح نے اُن کی نسبت کہا ہے اور جس جس سے اُنہیں تشبیہ دی بدرجہا بہت کم کہا ہے وہ لوگ تو اس سے بھی زیادہ کے مستحق تھے کیونکہ خداوند عالم نے جو سب کے دلوں کا جاننے والا ہے۔ اُن کے حق میں خود ہی فیصلہ کر دیا ہے۔ تو جو جو پیشین گوئی کے طور پر نسبت فقیہوں فریسیوں کے کہا تھا سب سچ ہوگیا۔ حضرت مسیح کو بالکل مرزا صاحب کے الزام سے قرآن شریف نے بری کر دیا۔ اور مرزا صاحب اپنی تحریر کے ذریعہ اُنہیں فقیہوں میں شامل ہوگئے۔ چاند پر خاک ڈالنے سے اپنے ہی پر آنکر گرتی ہے کیونکہ وہ زمین ہی کی طرف لوٹیگی۔ اور جو زمین سے ہیں اُنہیں پر پڑیگی۔ او جبکہ مرزا صاحب خود بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبی برحق تسلیم کرتے اور اُن پر وحی آنے میں شک نہیں لاتے۔ مگر ساتھہ ہی یہہ بھی عظمت دیتے ہیں کہ حضرت مسیح کی پیش گوئیاں

صفحہ	سطر	
		اوروں سے زیادہ غلط نکلیں اور زیادہ تر ابتر یہہ لفظ اوروں سے جو تحریر فرمایا ہے اس سے یہہ مراد نکلتی ہے کہ کوئی نبی معصوم نہیں مرزا صاحب کے قلم اور قلب سے جو نکل رہا ہے ایک عجیب حیرتناک اور خوفناک مقام ہے پھر عام اُمتیوں کی کیا حالت بیچارے مولوی وہ بھی آجکل کے کس شمار میں جب ایسے اولوالعزم نبی کی نسبت جو منجملہ اُن چار مقرب نبیوں کے ہیں جن پر کتاب اللہ نازل ہوئی یہہ رائے اور اعتراض ظاہر فرماتے ہیں تو باقی ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی یا اس سے بھی زیادہ جن پر صحیفے نازل ہوئے۔ اور جن سے کوئی قوم خالی نہیں ہے کیا ہندو۔ کیا عیسائی۔ کیا یہودی۔ تمام دنیا کی سب قومیں جن کے لئے وہ اپنے اپنے وقت پر آئے۔ کس شمار میں ہیں۔ یہہ اعتراض مرزا صاحب حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت نہیں ہے کہ وہ ناسمجھ تھے اور وحی کے سمجھنے میں غلطی کرتے تھے بلکہ خدائے تعالیٰ پر وارد ہوتا ہے۔ کہ اُسکو کوئی سمجھ والا جیسے مرزا صاحب ہیں نہ ملا۔ جو ایسے بے سمجھ پر وحی بھیجنی شروع کی۔ اور ایک امت کا پیشوا اور ہادی مقرر فرمایا۔ مرزا صاحب کا یہہ اعتراض کہ مسیح نے زبان کی تلوار ایسی چلائی اور ایسے آزار دہ الفاظ نکالے کہ کسی نبی کی کلام میں ایسے آزار دہ الفاظ نہیں اور آخر مسیح کو کیا کچھ آزار اُٹھانے پڑے۔ میری رائے میں حضرت مسیح کا یہہ کہنا کہ میں صلح کے لئے نہیں بلکہ تلوار چلانے آیا ہوں۔ سو یہہ تھا۔ کہ تم اپنی بیوی اپنے بچہ۔ اپنے ماں باپ اپنا دنیاوی مال اگر سب کچھ راہ خدا میں چھوڑ کر۔ راہ حق پر آجاؤ گے تب خدا کی بادشاہت میں داخل ہو گے گویا اس تلوار سے بہت خلقت

صفحہ	سطر		

کی گردن کاٹی جاتی تھی۔ اور اس تلوار کے نیچے وہی اپنا سر رکھتا تھا جسکو ہدایت ازلی رہبری کرتی تھی۔ اور یہی امتحان تھا کہ جو نیک بدوں کی پہچان کے لئے مقرر ہوا تھا +

جب مرزا صاحب نے حضرت مسیح کو ایمانی معارف کا سکھلانے والا مان لیا۔ تو کیا اب حضرت مسیح کو یہہ بھی لازم تھا کہ مثل اپنے مثیل کے مداہنہ کو کام میں لاتے۔ اور اگر ایسا فعل اُن سے صادر ہوتا تو ایمانی معارف کو کب سکھلا سکتے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے احکام اور اصل شریعت کو فقیہوں نے اپنی شامت نفس سے بدل ڈالا اور اپنی مطلب براری کے لئے ظاہری احکام بنا کر اُس کو توریت سے منسوب کیا تو گویا خُدا کے کلام میں تحریف کی۔ جسکی شہادت اور اُن کی کیفر کردار کی سزا قرآن شریف میں واضح طور پر بیان ہو رہی ہی۔ جس کے در اصل وہ مستحق تھے۔ جب اُس ایمانی معارف کے معلّم کو یہہ معلوم ہوا کہ فقیہوں نے یہہ شیوہ اختیار کیا ہوا ہی تب ہی تو اُن کو۔ بد۔ جہنمی۔ وغیرہ کا لقب دیا۔ جو اصل واقعات سے نہایت نسبت رکھتا تھا۔ اگر اِس راست گوئی کو جو اپنی مرارت کی وجہ سے مرزا صاحب کو بہت تلخ معلوم ہوتی ہیں اور زہر ہلاہل کا اثر دکھلاتی ہیں کام میں لاتے تو پھر مرزا صاحب مداہنہ کا اعتراض جما لیتے۔ جن نبیوں نے حق گوئی پر کمر باندھ لی کیا اُن کے ساتھ یہہ ہی سلوک نہیں ہوا اور آزار جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اُٹھانے پڑے اُنہوں نے نہیں اُٹھائے بخوف طوالت صرف آنحضرت علیہ السلام کی جزوی تکالیف بیان کرتا ہوں کیا یہہ اُس سے کم ہیں +

صفحہ	سطر	
۲۱و۲۲		آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حق کی تائید کے لئے صرف الفاظ سخت استعمال نہیں فرمائے بلکہ بُت پرستوں کے اُن بتوں کو جو اُن کی نظروں میں خُدائی کا منصب رکھتے تھے اپنے ہاتھ سے توڑا ہی اسلام نے مداہنہ کو کب جائز رکھا۔ اور ایسا حکم قرآن شریف کے کس مقام میں موجود ہی +

کہ اسی حق گوئی اور توحید کی تعلیم پر ناچار مخالفوں کے ہاتھ سے ہجرت اختیار
کی۔ صدہا مسلم جنہوں نے آنحضرت کی تعلیم پائی نہایت بیدردی سے
قتل کئے گئے۔ آنحضرت کے دندان مبارک شہید ہوئے۔ اور جو جو
کلمات آپ نے استعمال کئے اور اُن کے بتوں کی توہین۔ (جن کو وہ
خُدا سمجھتے تھے) کہاں تک کی اور خود اپنے دستہائے مبارک سے
اُن کو توڑا۔ جسکا اقبال خود مرزا صاحب کو ہی +

اور اسی تلوار کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چلایا اور جنہوں نے
اس تلوار کے نیچے سر تسلیم رکھ دیا اور اپنے خویش اقربا۔ ماں۔ باپ
جورو اولاد۔ دولت حشمت۔ گھر بار۔ وطن۔ سب کچھ چھوڑ کر۔
جلاوطنی اختیار کی اور شاہ حبش نے اُن کو پناہ دی۔ اور آنحضرت
کے ساتھ ہجرت کی اور مہاجرین کا معزز لقب پایا۔ جن کے لئے وہ
مراتب عظمی دئے گئے۔ جن کا شاہد قرآن شریف ہی۔ تو جس نبی نے
ہمارے حضرت کی تعلیم کے قدم بقدم پیروی کی ہو اور دونوں مثالیں
باہم ہمرنگ ہوں کس طرح سے مرزا صاحب کے قابل اعتراض ہو سکتی
ہیں۔ اہل بصیرت باہم مقابلہ کر لیں پھر مرزا صاحب کے بیان کی
نسبت فتوی دیں کہ کہاں تک قابل فروغ ہی مرزا صاحب کی عبارت
مندرجہ صفحہ ۲۱ و ۲۲ یہاں پر بالمقابل درج ہی۔ اور جو زیادہ تشریح
شائقین دیکھنی چاہیں توازالہ اوہام میں دیکھ لیں۔ مرزا صاحب
جیسا یہاں خود تحریر فرماتے ہیں ایسا ہی تو حضرت مسیح نے کیا۔
آنحضرت کی پیروی سے سر مو باہر نہیں گئے اور مطابق حکم خدا۔ جو قرآن
شریف میں درج ہی۔ عمل میں لاتے رہے۔ جس خُدا نے آنحضرت کو حکم

صفحہ	سطر		
			دیا اُسی خُدا نے حضرت مسیح کو حکم دیا اور وہ حکم بھی ایک ہی تھا پھر مرزا صاحب کا اعتراض کیا وقعت رکھتا ہے۔ ہاں اگر خلاف اس کے عمل کرتے اور ایمانی معارف کے سچے معلم نہ بنتے بلکہ یہودیوں کے فقیہوں اور فریسیوں کی طرح حق کی تائید نہ کرتے اور اُن مکاروں کی طرح اپنی طرف سے احکام ایمانی معارف کے سکھلانے میں تحریف کرتے تب البتہ مرزا صاحب ان کو قابل اعتراض ٹھہراتے وہ تو ہمارے حضرت کی اتباع سنت کے پُورے پُورے پیرو رہے۔ پھر جائے اعتراض۔ حیف صد حیف۔ مرزا صاحب کی اس قساوت قلبی پر +
		نمبر ۹	**نمبر ۹**
۱۶	۶	ایساہی حضرت یحییٰ نے بھی یہودیوں کے فقیہوں اور بزرگوں کو۔ سانپوں اور سانپوں کے بچے کہکر۔ اُن کی شرارتوں اور کارسازیوں سے اپنا سر کٹوایا +	ایساہی اعتراض حضرت یحییٰ پر مرزا صاحب فرماتے ہیں۔ یعنے ایسا ہی یہودیوں اور فقیہوں کو آزار دہ الفاظ استعمال کر کے اپنا سر کٹوایا (کیا سچ ہے) بیان مرزا صاحب کہانتک سادہ لوح لوگوں کے دھوکہ دینے کو کافی ہے۔ جناب مرزا صاحب اصل واقعہ کو اخفا رہے آپ کا منشا سوائے اس کے اور کیا سمجھا جاوے۔ کہ آپ جو مُلہم کہلا یہودیوں کی طرفدار اور حق سے مُنہہ موڑنے والے ہو گئے۔ اصل واقعہ تو یوں ہے کہ ہیرودیس (انٹیپے یا پتھہ) نے اپنے بھائی کی بیوی کو رکھا ہوا تھا جو خلاف شرع تھا۔ یہہ سبب حضرت یحییٰ کے قتل کا تھا۔ اگر اس واقعہ کا تمام حال دریافت کرنا ہو تو انجیل میں متی باب ۱۴۔ آیت ۵ اتک پڑھو۔ اس حاکم کی ربیبہ بیٹی جشن سالگرہ میں ناچنے کو آئی۔ ماں نے اُسے سکھلا دیا کہ جب ہیرودیس خوش ہو تو۔ تو انعام میں یحییٰ کا سر طلب کریو تب ہماری مخلصی ہے۔ ورنہ وہ تو

صفحہ	سطر		
			مطابق شریعت ہم پر زنا کا فتوی لگا چکا ہی۔ حیف ہی مرزا صاحب کے اعتراض پر۔ اس سے مرزا صاحب کے بیان کا موازنہ ہو سکتا ہی کہ کہانتک سچ ہی۔ اب یہودیوں کے سخت کہنے کا (جنہوں نے حق کو چھپایا) الزام حضرت یحیی پر۔ چونکہ مرزا صاحب سخت طرفدار یہودیوں کے ہیں شاید کچھ تعلق مغلوں کو۔ جدی یہودیوں سے ہو۔ بابل کے بادشاہ کے زمانہ میں جب بنی اسرائیل غلام بنائے گئے اُس وقت کچھ بھاگ کر مغلستان میں آکر آباد ہوئے ہوں اور مغل بنی اسرائیل سے ہوں تو کیا تعجب۔ اس لئے مرزا صاحب کا یہہ مطلب ہی کہ راست بازی اور حق گوئی سے کیوں کام لیا۔ کیوں حضرت یحیی نے اُس کے مطابق عمل نہیں کیا۔ دروغ مصلحت آمیز بہ از راستی فتنہ انگیز۔ جو خاص مرزا صاحب کا۔ اصلی حقیقی طریقہ اور شیوہ ہی۔ یعنے مُداہنہ جو انکی تمام تالیفات کا لب لباب ہی۔ کہاں پارس۔ کہاں ماورالنہر۔ کہاں یہودی۔ کہاں پارسی آتش پرست کہاں مرزا جی جو مغل ہونیکا دم مارتے ہیں اور کہاں قادیاں۔ پنج آب۔ تاریخی واقعات کو بھی مرزا صاحب ایسے ڈھنگ سے ادا کرتے ہیں کہ عام کو فریفتہ کرلیں اسی واقعہ کو غور سے پڑھو کہانتک خلاف واقعہ بیان کیا ہی۔ ہیرودیس بادشاہ نہیں تھا اصل کیفیت یہہ ہی کہ بادشاہ وقت قیصر تبصروس تھا۔ اُس کے زمانہ میں تین بھائی ہیرودیس نامی توم ادومی۔ حاکم از جانب قیصر تھے ایک ہیرودیس بزرگ جو حضرت عیسی علیہ السلام کی پیدائش کے وقت میں حاکم تھا۔ جب وہ مرگیا تو اُسکا بیٹا۔ ارکلاوس اسکا جانشین ہوا۔ دوسرا بھائی۔ ہیرودیس امینٹی پاتیھ صوبہ گلیل کی چوتھائی کا

صفحہ	سطر		
			حاکم۔ جسنے حضرت یحییٰ کا سر اپنے سالگرہ کے جشن کے دن مجبوراً کٹوایا ✦ تیسرا۔ ہیرودیس فلپ یا فیلیبوس جو اتوریا کی چوتھائی کا اور تراکونس کے ملک کا حاکم تھا۔ جسکی جورو کو بطور آشنائی ہیرودیس دوم نے رکھا ہوا تھا جسکی اغوا سے اُسکی بیٹی نے حضرت یحییٰ کا سر طلب کیا تھا ✦ پلاطوس حاکم یروشلم تھا۔ یہہ سب بادشاہ نہ تھے بلکہ محکوم قیصر کے تھے مرزا صاحب ہیرودیس انیٹے پاپتھ کو جو گلیل کا حاکم تھا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وطن کا بادشاہ تحریر فرماتے ہیں۔ تواریخ دانی یہی ہی یا دیدہ دانستہ اغماض۔ اور دھوکہ ✦ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہودا اسکریوطی نے پکڑوایا۔ تو قیافہ جیسے سردار کاہن کے یہاں رات بھر رہے صبح کو پلاطوس حاکم کے پیش ہوئے پلاطوس اور ہیرودیس انیٹے پاپتھ حاکم گلیل میں عداوت تھی چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام گلیلی مشہور تھے اس خیال سے پلاطوس نے ہیرودیس کے پاس روانہ کر دیا۔ کہ شاید اگر میں کچھ سزا وغیرہ فقیہوں اور سردار کاہنوں کے کہنے سے دوں۔ تو ہیرودیس جو بہانہ طلب ہی مجھ سے باز پرس اور پرخاش نہ کرے کہ میری رعایا میں سے تجھ کو سزا دینے کا کیا اختیار تھا۔ جب ہیرودیس انیٹے پاپتھ نے دیکھا کہ پلاطوس نے اس معاملہ میں مجھ سے رفاقت کی بہت خوش ہوا اور یہی باعث اُن کے اتحاد کا ہو گیا۔ ہیرودیس دوم نے پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو واپس روانہ کیا۔ اور یہہ لکھا کہ یہہ شخص اصل باشندہ گلیل نہیں ہی۔ سیاح ہی تم جانو جو مناسب ہو کرو۔ تب پلاطوس نے مجبوراً سردار کاہنوں اور فقیہوں کے ہی سپرد کر دیا ✦

صفحہ	سطر	نمبر ۱	نمبر ۱
۱۳	۲	میں سچ سچ کہتا ہوں کہ جہانتک مجھے معلوم ہے میںنے ایک لفظ بھی ایسا استعمال نہیں کیا جسکو دشنام دہی کہا جاوے بڑے دھوکہ کی بات ہے کہ اکثر لوگ دشنام دہی اور بیان واقعہ کو ایک ہی صورت میں سمجھ لیتے ہیں - اور ان دونوں مختلف مفہوموں میں فرق کرنا نہیں جانتے - بلکہ ایسی ہر ایک بات کو جو دراصل ایک واقعی امر کا اظہار ہو اور اپنے محل پر چسپاں ہو محض اسکے کسی قدر مرارت کی وجہ سے جو حق گوئی کے لازم حال ہوا کرتی ہے	مرزا صاحب کی جسقدر تالیفات ہیں اگر اُن کو بغور دیکھا جاوے تو جو کچھ حضرت عیسی علیہ السلام نے نسبت یہودیوں کے فقیہوں اور فریسیوں کے الفاظ استعمال کئے ہیں اُن سے بھی بدرجہا زیادہ ہیں چونکہ آپ کو مسیحیت کے مماثلت کا ذوق زیادہ ہے اسی لئے طرز کلام میں انجیل ہی کی پیروی مدنظر رکھی ہے - بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپکی کلام بھی اناجیل اربعہ کی ایک شاخ اور کسی زمانہ میں اناجیل خمسہ بن جائیگی - مرزا صاحب نے حضرت مسیح کی تہذیب اور اخلاق اور سخت کلامی اور آزاردہ الفاظ - اپنے بزرگ اور مقتدر یہودیوں کے فقیہوں اور فریسیوں کی نسبت استعمال کرنے میں جو نالہ اور نوحہ کیا ہے - اس سے موازنہ کرنے میں مرزا صاحب کا کلام ایک قدم آگے ہے - مگر پھر بھی حضرت مسیح پر صدہا اعتراض جنکا فیصلہ تو مسیح کے حق میں قرآن شریف نے دیدیا - کہ جو جو الفاظ حضرت مسیح علیہ السلام نے - ایک واقعی امر کا اظہار کرنے میں اور جو اپنے محل پر حق گوئی کے لازم حال اور چسپاں تھے - کسی قدر مرارت کی وجہ سے جاہلوں کے نزدیک دشنام دہی اور ایذا رسانی کے الفاظ تھے - ورنہ دراصل عین ثواب تھے بلکہ وہ فقیہہ اور فریسی تو قرآن شریف کے بیان سے اُس سے بھی زیادہ کے مستحق تھے + مرزا صاحب اُس کو تو عیب گیری میں لاتے ہیں - اور اپنے الفاظ کو حق گوئی کا شاہد حال بناتے ہیں گو اپنی مرارت کی وجہ سے جو کسی قدر پائی جاتی ہے عوام دشنام دہی سمجھتے ہیں - عوام کو اپنی طرز گفتار کے سمجھنے میں جاہل کہا جاتا ہے - اور آپ اُسی قسم کے الفاظوں کو مرارت کی وجہ سے دشنام دہی

صفحہ	سطر		
		دشنام دہی تصور کر لیتے ہیں حالانکہ دشنام اور سب اور شتم فقط اُس مفہوم کا نام ہے۔ جو خلاف واقعہ اور دروغ کے طور پر محض آزار رسانی کی غرض سے استعمال کیا جائے +	تصور کرتے ہیں اور مفہوم ندارد۔ تو کیا آپ بھی اسی خطاب کے لائق نہیں ہیں جو عام ہیں +
۵	۹	اے نفسانی مولویو اور خشک زاہدو تم پر افسوس کہ تم آسمانی دروازوں کا کھلنا چاہتے ہی نہیں بلکہ چاہتے ہو کہ ہمیشہ بند ہی رہیں اور تم پیر مغاں بنے رہو +	آجکل کے مولوی صاحبان کی نسبت لفظ پیر مغاں کی بھی ایک ہی ہوئی۔ اور کیا پھبتی کہی اس سے یہہ خادم قوم ثابت کردیگا۔ کہ کس کس پیرایہ میں مرزا صاحب کافر کا اطلاق مولویوں پر کرتے جاتے ہیں۔ اور عوام اس کو سرسری نظر سے دیکھ کر اُس مفہوم کو نہیں سمجھ سکتے جو مرزا صاحب کا خاص منشا ہے۔ یہاں ذکر جناب شیخ عثمان ہارونی علیہ الرحمتہ کے خرق عادات کا خالی از مذاق نہ ہوگا۔ اور اس سے یہہ بھی ثابت ہوگا کہ اس لفظ پیر مغاں سے مرزا صاحب کا مفہوم کافر ہے۔ ایسے ہی صدہا الفاظ مرزا صاحب کے ہیں جن کا مفہوم اگر بیان کیا جاوے۔ تو ایک بڑا بھاری رسالہ بن جائے۔ مگر ایک ہی نظیر کافی ہے + جب خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمتہ۔ اپنے پیر۔ یعنے جناب شیخ عثمان ہارونی علیہ الرحمتہ سے رخصت و اجازت حاصل کر کے متوجہ شہر بغداد ہوئے۔ تو آپ نے مفارقت خواجہ صاحب سے بیتاب ہو کر سفر اختیار کیا۔ اُس سفر میں ایک ایسے مقام پر پہنچے جہاں مغوں کا ایک آتش کدہ تھا۔ اور ہر روز ایک صد خروار لکڑی اُس میں جلائی جاتی تھی۔ جناب شیخ صاحب مذکور الصدر نے ایک درخت کے نیچے اُسی آتشکدہ کے قریب قیام کیا اور اپنے خادم فخر الدین کو فرمایا کہ افطار کے لئے کچھ طعام طیار کر۔ خادم جب واسطے لینے آگ کے۔ مغوں کے پاس گئے تو انہوں نے آگ نہ دی۔ خادم نے واپس

صفحہ	سطر	

آگے عرض حال کیا۔ جناب خود متوجہ جانب آتش کدہ ہوئے ایک پیر مغاں
مختار نام۔ جس کی گود میں ہفت سالہ ایک لڑکا تھا۔ آتش کدہ کے قریب
کھڑا تھا۔ اُس سے آپ نے فرمایا کہ اس آگ کو جو ایک چلّو بھر پانی سے
بُجھ سکتی ہی کیوں پرستش کرتے ہو۔ خُدا جو خالق آگ کا ہی کیوں پرستش
نہیں کرتے ہو۔ اُس پیر مُغ نے جواب دیا کہ ہمارے مذہب میں آگ کا
وجود ہی۔ کیوں اُسکی پرستش نہ کریں شیخ صاحب نے فرمایا کہ کتنے برس سے
اس آگ کو جلاتے ہو اور صدق دل سے پوجتے ہو۔ کیا ہوسکتا ہی کہ تم اپنا
ہاتھ یا پیر اس میں ڈالو اور وہ نہ جلے۔ مغ نے جواب دیا کہ اس کا خاصہ جلانا
ہی۔ یہہ کس کو طاقت ہی کہ اس کے نزدیک جاسکے۔ **بقول۔**

اگر صد سال گبر آتش فروزد ÷ چو یکدم اندراں افتد بسوزد ÷

القصہ جب جناب شیخ ممدوح الصفات نے یہہ سُنا تو لڑکے کو جھٹ اُس
کی گود سے لیکر بسم اللہ کہکر آگ میں چلے گئے۔ یہہ خبر پاکر تین چار ہزار مغ
جمع ہو گئے اور فریاد اور غوغا بلند ہوا۔ جناب شیخ صاحب بعد چہار
ساعت کامل معہ اس لڑکے کے سلامت آگ سے باہر آئے اور
آپ کے کپڑے تک کو آگ سے آسیب نہ پہنچا۔ اس خرق عادت
نے مغوں پر وہ اثر دکھلایا کہ سب کے سب مشرف باسلام ہوئے
مختار کا نام عبداللہ اور لڑکے کا نام ابراہیم رکھا اور منظور نظر
تربیت فرمایا۔ ہر دو واصلان سے ہوئے۔ مرزا صاحب **پیر مغاں**
سے تو اپنی مُرارت قلبی کے باعث مولویوں کو تشبیہہ دیتے ہیں۔ مگر
ایک مغ۔ مین جو مولانا بٹالوی صاحب ہیں جن کو **بطالوی** کا معزز
لقب بھی دیا گیا ہی۔ آجتک عرصہ بارہ سال سے **ہدایت کی روح**

نہ پھونک سکے۔ گو مغ۔ گبر۔ کافر۔ کا معزز لقب دیدیا۔ ببین تفاوت
رہ از کجاست تا بکجا۔ اگر ایک ہی پر یہہ خرق عادت ظہور پکڑتی۔ تو
دس بارہ ہزار۔ مغ بقول مرزا صاحب کافر۔ انکی چیلہ چانٹے گبر پن
سے نکلکر مشرف باسلام ہو جاتے۔ جب گبر کا فتویٰ مرزا صاحب
نے تمام علماء اہل اسلام پر لگا دیا۔ تو کافر کہنے میں کیا کچھ شک باقی
رہ گیا پھر کس منہہ سے مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ ہم تہذیب سے کلام
کرتے ہیں۔ میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ مرزا صاحب کے مفہومات
کے سمجھنے کے لئے تھوڑا سا غور درکار ہی جو شخص آپ کے طرز کلام پر غور
فرمائیگا۔ اُس کو خود بخود جناب مرزا صاحب کی عبارت آرائی کی پیچیدگیاں
کھل جائینگی۔ ورنہ عوام تو ایک سرسری ورق گردانی سے ان پیچیدگیوں
میں ایسا اُلجھ جائینگے۔ جیسا کہ تار عنکبوت میں مکھی۔ اور پھر رہائی مشکل +

صفحہ	سطر	نمبر ۱۱
۲	۴	جیسے مسیح ابن مریم نے انجیل میں توریت کا صحیح خلاصہ اور مغز اصلی پیش کیا تھا اُسی کام کے لئے یہہ عاجز مامور ہے۔ تا غافلوں کے سمجھانے کے لئے قرآن شریف کی اصلی تعلیم پیش کیجائے

نمبر ۱۱

مرزا صاحب کا مسئلہ اثبات نفی عجیب ڈھنگ کا ہی۔ کہیں حضرت مسیح
پر اعتراضوں کی بوچھاڑ پڑتی ہی۔ کہیں پھر توریت کا انجیل میں عطر
نکالا جاتا ہی اور کہا جاتا ہی مسیح صرف اسی کام کے لئے آیا تھا جب
خاص اُسی کام کے لئے آیا تھا۔ تو پھر مسیح کی تعلیم قابل نفرت
کلام کس طرح سے ٹھہری اور مرزا صاحب کو افسوس کیوں آتا ہی۔
کیا مرزا صاحب کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حالت زار پر رحم آتا
ہی جو افسوس کرتے ہیں۔ وہ تو صرف ایک آلہ۔ ید قدرت میں تھا جس
طرح سے ید قدرت اُس کو چلاتا تھا اُسی طرح سے چلتا تھا پھر مزید براں
اُسی تعلیم کا نمونہ مرزا صاحب دیتے ہیں جب یہہ وجوہ باہمی مماثلت

صفحہ	سطر		
		مسیح اُسی کام کے لئے آیا تھا - کہ توریت کے احکام شدّو مد کے ساتھ ظاہر کرے - ایسا ہی یہہ عاجز بھی اُسی کام کے لئے بھیجا گیا ہی کہ قرآن شریف کے احکام بوضاحت بیان کر دیوے - فرق صرف اتنا ہی کہ وہ مسیح موسیٰ کو دیا گیا تھا - اور یہہ مثیل مسیح مثیل موسیٰ کو عطا کیا گیا ہی - اور ہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ مسیح کے ہاتھہ سے زندہ ہونے والے مر گئے - مگر جو شخص میرے ہاتھہ سے جام پیئیگا - جو	ٹھہری - تو پھر عیب گیری عیب جوئی نکتہ چینی یہہ سب امر کس پر محمول کئے جائیں پھر اس سے آگے بڑھکر آپ کا تفاخرانہ کلام - سب حضرت مسیح کی کارروائیوں کو کالعدم کر دیتا ہی - جیسا تالاب کی مٹی کے سامنے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزے - بیقدر تھے اب ایسا ہی مرزا صاحب کے زندگی بخش کلام اور حکمت کے بالمقابل کچھ وقعت نہیں رکھتے - کیونکہ جو دعویٰ یہاں پر مرزا صاحب نے کیا ہی - یہہ وہ دعویٰ ہی - کہ جو قرآن ناطق نے کیا تھا - کہ اگر میں پیغمبر نہیں ہوں تو جو احکام الٰہی میری زبان سے نکلتے ہیں اُس کی مثل ایک آیت ہی بنا لاؤ - اس دعویٰ سے مرزا صاحب مثیل المسیح ہرگز نہیں ہو سکتے - کیونکہ جس سے قدرت اور اقتدار میں بدرجہا فوق لے گئے ہوں - اُس کا صرف روحی یا ظلّی طور پر مثیل بنا کیسی بے خردی ہی + ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق + ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما جب اُس جام کے پینے والے جو حضرت مسیح کو عطا ہوا تھا - سب کے سب مر گئے کوئی بھی باقی نہیں - مگر جو شخص اِن کے ہاتھہ سے جام پیئیگا وہ ہرگز نہیں مریگا - تو کہئے ابھی مماثلت باقی رہی + مولانا غزالی صاحب فرماتے ہیں - کہ نبی کی قدر و منزلت سوائے نبی کے دوسرا نہیں پہچان سکتا - جب حضرت عیسیٰ کی قدر و منزلت مرزا صاحب کو ایسی معلوم ہوئی کہ وہ بالکل "ناکامیاب رہے" - تو پھر فرمائیے مرزا صاحب نبیوں سے زیادہ مرتبہ حاصل کر کے ایسے شخص کے جو ناکامیاب رہا اور ہزلیات اور قابل نفرت دنیاوی کاموں میں سراپا ڈوب گیا - مثیل بننے سے کیوں عار نہیں کرتے - جس زینہ پر نبیوں کو چڑھنے

صفحہ	سطر		
		مجھے دیا گیا ہے وہ ہرگز نہیں مریگا۔ وہ زندگی بخش باتیں جو میں کہتا ہوں اور وہ حکمت جو میرے منہہ سے نکلتی ہے۔ اگر کوئی اور بھی اُس کی مانند کہہ سکتا ہے تو سمجھو کہ میں خداوند تعالی کی طرف سے نہیں آیا۔ (سے کا لفظ کتاب میں نہیں شائد کاتب سے فروگذاشت ہوئی ہے)	کی اجازت ملی ہو کسی اولیا۔ مجدد۔ ملہم کو نہیں ملی۔ اگر یہہ بات سچ ہو تو مرزا صاحب بھی کسی طرح اس زینہ پر چڑھہ کر عالم ملکوت کی سیر نہیں کر سکتے۔ اور نہ نبیوں کی قدر و منزلت کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ جب مرزا صاحب کو وہ درجہ ہی حاصل نہیں۔ تو صرف لاف زنی کے سوائے مرزا صاحب کے کلام کا اور کچھہ نتیجہ نہیں اگر مرزا صاحب یہہ دعوی کریں کہ اس زینہ پر مجھے بھی چڑھنے کی اجازت مل گئی ہے۔ تب ہی تو میں نبیوں کے افعال۔ کردار۔ گفتار پر اعتراض کرتا ہوں۔ اگر یہہ بات ہے۔ تو پھر وحی آنے میں کوئی کلام نہیں پھر مرزا صاحب یہہ کیوں فرماتے ہیں کہ وحی آنے کا دروازہ بند ہو گیا ہے۔ مگر اب پھر کھل گیا ہے (توضیح مرام) اگر وہ دروازہ مرزا صاحب پر بند ہے اور بیشک بند ہے۔ تو پھر مرزا صاحب اگر کچھہ ہوں بھی تو مثل اور مجددین کے ایک مجدد وقت ہیں پھر اُن کو نبیوں کی عیب گیری کا کوئی حق نہیں ٭
		نمبر ۱۲	**نمبر ۱۲**
٣٨	آخر	اب جو امر کہ خدا تعالی نے میرے پر منکشف کیا ہے وہ یہہ ہے کہ وہ مسیح موعود میں ہی ہوں ٭	اس عبارت مرزا صاحب سے یہہ امر پایہ ثبوت کو پہنچ گیا۔ بلکہ یقینی طور پر نہ ظنی کہ وہ مسیح جسکا آنا۔ بتلایا جاتا ہے میں ہی ہوں جیسا کہ وحی آنحضرت پر جو ختم الرسل ہیں آکر بعد ازاں بند ہو گئی اسی طرح سے اب مسیح موعود کا آنا بند ہو گیا۔ دوسرے مسیح موعود کی امید ہرگز ہرگز نہیں رکھنی چاہئے اس کی تائید میں صفحہ ۱۹۷،۱۹۸ میں بھی ایسا ہی فرماتے ہیں۔ اب اس سے گریز یا انکار اگر دوسری جگہ سے ثابت ہو تو ماننا پڑیگا کہ یہہ کشف نہیں ہے بلکہ ایک وہم و

صفحہ	سطر		
			خیال تفاقی ۔
۱۹۷	۱۳	**نمبر ۱۳** بلکہ میں نے براہین میں جو کچھ مسیح بن مریم کے دوبارہ دنیا میں آنیکا ذکر لکھا ہے وہ ذکر صرف ایک مشہور عقیدہ کے لحاظ سے ہے جس کی طرف آجکل ہمارے مسلمان بھائیوں کے خیالات جھکے ہوئے ہیں۔ سو اسی ظاہری اعتقاد کے لحاظ سے مینے براہین میں لکھ دیا تھا۔ کہ میں صرف مثیل موعود ہوں اور میری خلافت صرف روحانی خلافت ہے۔ لیکن جب مسیح آئیگا تو اُس کی ظاہری اور جسمانی دونوں طور پر	**نمبر ۱۳** اس مرزا صاحب کی روباہ بازی سے یہہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ اُسوقت تک جب تک یہہ الہام نہیں ہوا تب تک۔ قرآن شریف کے معانی اور احادیث کی تحقیق اور تمام کتب جن میں حضرت عیسی علیہ السلام کے فوت ہوجانے کی بڑی بڑی لمبی بحثیں ہیں۔ اُن سب کے معنے اُسی طرح پر کرتے تھے جیسا کہ عام مشہور عقیدہ والے آجتک کرتے ہیں اور آپ کو وہ دل اور دماغ عطا ہی نہیں ہوا تھا۔ کہ اُس کی مخالفت پر کمر باندھیں۔ یا صحاح کی کل حدیثوں پر آپ نے عبور نہیں کیا ہوگا آپکی کم مائگی پر یہہ بیان آپکا ہی خود دال ہے۔ کیونکہ اگر آپ کی نظر سے وہ حدیثیں صحیحین کی گذری ہوئی ہوتیں جو اب صفحہ ۲۵۰۰ ۵۰۸ میں درج ہیں اور پھر تمام صحیح مسلم اور صحیح بخاری کا لُب لباب درج کردیا گیا ہے۔ تو کوئی ضرورت الہام کی نہیں تھی براہین کی تحریر کے وقت سرسری ظاہری اعتقاد پر ہی بھروسا رکھ لیا۔ اور اُن تمام حدیثوں کو جو صحیحین میں درج ہیں پس انداز کردیا مجددیت پر بڑا بھاری اثر ڈالتی ہیں۔ یوں تو پھر غیر مذاہب والوں کے لئے شبہ اور اعتراض کرنے کے لئے دروازہ کھلا ہے کہ براہین تو ایک سرسری خیال کی تالیف ہے تحقیق سے اسے کیا تعلق کیونکہ اُس میں تو صرف سلف کے خیالات جمع کئے ہوئے ہیں وہ بھی سرسری رطب و یابس۔ مجددیہ کے تو یہہ معنے نہیں ہیں براہین تو خاص ایک مجدد کی کلام ہے۔ کیونکہ آپ کا تو یہہ قول ہے کہ میں صرف قرآن شریف

صفحہ	سطر		
۱۹۰	۱۲	خلافت ہوگی۔ یہہ بیان جو براہین میں درج ہوچکا ہی صرف اُس سرسری پیروی کی وجہ سے ہی جو ملہم کو قبل از انکشاف اصل حقیقت اپنے نبی کی آثار مرویہ کے لحاظ سے لازم ہی۔ سو اسی لحاظ سے حضرت مسیح ابن مریم کی نسبت اپنی طرف سے براہین میں کوئی بحث نہیں کی گئی تھی اب جو خدا تعالیٰ نے حقیقت امر کو اس عاجز پر ظاہر فرمایا۔ تو عام طور پر اس کا اعلان از بس ضروری تھا کہ مسیح موعود جو آنیوالا ہی وہ میں ہی ہوں ٭	کے نکات غریبہ اور آیات متشابہہ جن میں عوام مولوی اندھے ہوئے ہوئے گرے پڑتے ہیں (بوضاحت بیان کرنے کو مبعوث ہوا ہوں) جب آپ کی براہین صرف سرسری پُرانے عام خیال کے تشریح کرنے والی ہی اور اُس میں یہہ نقص کہ اصلی مغز نہیں نکالا گیا۔ تو پھر ہدایت کے لئے کیسطرح سے کار آمد نہیں۔ ملہم کا اب یہہ کہنا کہ مجھے تو اُس وقت اُدھر کی سوجھی ہی نہیں۔ نہ میں نے ان حدیثوں پر غور کیا۔ جن پر اب غور کیا۔ نہ الہام ہوا۔ یہہ الہام ازالہ اوہام کیوقت ہوا۔ اور وہ لحاظ جو اپنے نبی کے آثار مرویہ کے لحاظ سے تھا۔ اُس سے بعد انکشاف اصل حقیقت بے لحاظ بن گئے اس بے لحاظی نے براہین کو بالکل بے قدر عوام ہی کردیا۔ اور قرآن شریف کے نکات غریبہ اور آیات متشابہ کو بوضاحت بیان کرنے پر۔ تو سب پر فوق لے گئے۔ کتنا بڑا بھاری دھبہ ہی۔ خیر یہہ عاجز اس میں زیادہ بحث یا اعتراض نہیں کرتا۔ چلو اب ہی سہی۔ اب تو آپ پر یہہ حجت قطعی طور پر کھل گئی کہ آپ ہی ہیں جو شبہ آپ کے دل میں برسوں سے تھا کہ میں صرف مثیل موعود کا ہوں۔ اور میری خلافت صرف روحانی خلافت ہی جب مسیح خود آئیگا تو اُس کی ظاہری اور جسمانی دونوں طور پر خلافت ہوگی۔ کیونکہ مسیح تو صرف خلیفہ کے عہدہ پر آویگا نبوت کا عہدہ اُس کا ضبط ہو جائیگا۔ مگر یہہ بعد میں سوجھی کہ ہیں یہہ کیا ہوا۔ خلیفہ کیا۔ وہ تو پیغمبر ہی یہہ تو بڑا غضب ہوا کہ ہم اُسے خلیفہ مان بیٹھے۔ اب کوئی ایسی تدبیر نکالی

صفحہ	سطر		
			جاوے کہ ہم خود مسیح موعود بن جاویں تاکہ اُس کا خلیفہ ہونا بھی ثابت نہ ہو آپ پر تو اب قطعی فیصلہ ہو چکا۔ اُسی کو منظور کئے لیتے ہیں آپ کے عام طور کے اعلان میں کوئی شک نہیں لاتے کہ آپ مسیح موعود ہیں۔ اور مسیح موعود کی انتظاری عبث ٭
		نمبر ۱۴	نمبر ۱۴
۷۲	حاشیہ	اگرچہ میرا یہ دعویٰ تو نہیں اور نہ ایسے کامل تصریح سے خدا تعالیٰ نے میرے پر کھول دیا کہ دمشق میں کوئی مثیل مسیح پیدا نہیں ہوگا بلکہ میرے نزدیک ممکن ہے کہ کسی آئندہ زمانہ میں خاص کر دمشق میں بھی کوئی مثیل مسیح پیدا ہو جائے ٭	اس حاشیہ کے پڑھنے سے اب پھر شک پیدا ہو گیا۔ کہ ابھی تو ایسی کامل تصریح سے خدا تعالیٰ نے کھولا ہی نہیں کہ مثیل موعود کا خاتمہ ہو گیا۔ جب ابھی مثیل موعود کا خاتمہ نہیں تو مسیح موعود کے آنے کی ابھی کیا ضرورت اور جب مسیح موعود خود تشریف لے آئے اور الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی کے مصداق تو پھر مثیل مسیح کی کیا ضرورت کیونکہ جیسا مسیح علیہ السلام موسیٰ کو دئے گئے ویسا ہی مسیح موعود ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مل چکا۔ اس دین اسلام کے لئے تو اب کوئی ضرورت خود ہی بقول مرزا صاحب دوسری مثیل مسیح۔ مسیح موعود یا مسیح کی نہیں رہی جب کامل تصریح ابھی نہیں ہوئی تو پھر مرزا صاحب کا کامل تصریح کے ساتھ مسیح موعود ہونا کس طرح سے مان لیا جاوے۔ یہہ عاجز اول تو مان چکا تھا مگر پھر مرزا صاحب نے خود ہی مذبذب بنا دیا۔ علاوہ ازیں ابھی ایک ذریت میں سے آنیوالا ہے
		نمبر ۱۵	نمبر ۱۵
۱۹۹	۶	مینے صرف مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور میرا یہ بھی دعویٰ	اس عبارت سے آپ نے صرف مثیل مسیح ہونے کا اقرار کیا ہے نہ مثیل موعود جیسا کہ براہین میں سرسری طور پر مثیل موعود بنتے

صفحہ	سطر		
		نہیں کہ صرف مثیل ہونا میرے پر ہی ختم ہو گیا ہے بلکہ میرے نزدیک ممکن ہے کہ آئندہ زمانوں میں میرے جیسے اور دس ہزار بھی مثیل مسیح آجائیں ہاں اس زمانہ کے لئے میں مثیل مسیح ہوں دوسرے کی انتظاری بے سود ٭	تھے یہاں تو اب اُس سرسری اعتقاد سے بھی ایک قدم پیچھے ہٹ گئے۔ یقینی طور پر آپ کو اب معلوم ہوا کہ جو براہین میں لفظ موعودؑ مسیح کے پیچھے لگایا تھا۔ وہ سرسری تھا۔ دراصل اس زمانہ کے لئے صرف مثیل المسیح ہوں نہ موعود۔ کیونکہ جب ابھی دس ہزار مثیل آنے والے ہیں تو موعود کیسا۔ موعود تو سب سے آخیر میں آویگا۔ اب تو آپ موعود بھی نہ رہے۔ اسی طرح سے اب اس عاجز کو اپنے اس اعتقاد سے ایک قدم پیچھے ہٹنا پڑا کہ جو میں اوپر آپ کو مسیح موعود آپ کے عام اعلان کے مطابق خیال کرچکا ہوں۔ براہین کی تکذیب آپکے اس کلام سے ہوتی ہے کہ اب آپ مثیل موعود بھی نہ رہے ٭
		نمبر ۱۶	نمبر ۱۶
۱۹۹ و ۲۰۰	۱۵	پس اس بیان کی رو سے ممکن اور بالکل ممکن ہے کہ کسی زمانہ میں کوئی ایسا مسیح بھی آجائے جس پر حدیثوں کے بعض ظاہری الفاظ صادق آسکیں۔ کیونکہ یہہ عاجز اس دُنیا کی	اس عبارت مرزا صاحب سے تو اور بھی شک رفع ہو گیا کہ درحقیقت مرزا صاحب مسیح موعود نہیں ہیں۔ کیونکہ مسیح کا آنا تسلیم کرتے ہیں۔ اب نہ مثیل مسیح کی حاجت اور نہ مثیل موعود کی اور نہ مسیح موعود کی۔ مگر حیرت تو یہہ ہے کہ کیا مرزا صاحب کو عبارت مندرجہ صفحہ ۳۸۔ خیال عالی سے جاتی رہی۔ پھر یہہ عاجز اسکا اطلاق کس پر کرے عبارت یہہ ہے۔ "اب جو امر کہ خدا تعالیٰ نے میرے پر منکشف کیا ہے وہ یہہ ہے کہ وہ مسیح موعود میں ہی ہوں"۔ اب اے اُستاد (اپنے مریدوں کے) جو آنے والا مسیح یا مسیح موعود ہے تو ہی ہے یا ہم اور کی راہ تکیں۔ کیونکہ تیری عبارتوں کا مفہوم تو ہی خوب سمجھتا ہے۔ ذرا ہمیں بھی اپنے مفہوموں کو کھول کر بتلا دے۔ تاکہ اُس پر یقین کریں۔ کیونکہ تو نے

صفحہ | سطر

حکومت اور بادشاہت
کے ساتھ نہیں آیا
درویشی اور غربت کے
کے لباس میں آیا ہے
اور جبکہ یہہ حال ہے تو
پھر علماء کے لئے مشکل
ہی کیا ہے۔ ممکن ہے
کہ کسی وقت اُن کی
مراد بھی پوری ہو جاوے

تو عنکبوتی تاریں ایسی پھیلائی ہیں۔ کہ ان میں سے گذر کر منزل
مقصود پر پہنچنا نہایت دشوار ہو گیا ہے۔ کیونکہ وہ مسیح جس کے
آنے کی انتظاری ہے اُسکو تو۔ تو ایک شعبدہ باز بتلاتا ہے اور پھر اُسی کا
مثیل بنتا ہے کیا یہہ سب رام کہانیاں تیری بھی شعبدہ بازیاں ہیں اگر
شعبدہ بازیاں ہیں تب تو۔ تو ضرور مثیل مسیح۔ مثیل موعود۔ مسیح موعود
خود مسیح ہی ہے اور اگر یہہ شعبدہ بازیاں نہیں ہیں روباہ بازیاں ہیں۔ تو
ویسا صاف صاف بتلا دے تاکہ ہم عام اُمّی لوگ مغالطہ کے
گڑھے میں نہ گریں۔ اور اے اُستاد اگر تیری یہی مرضی ہے کہ یہہ سب
اوندھے مُنہ گڑھے میں پڑے رہیں تو پھر تیرے آنے کا کیا فائدہ
یہہ عاجز کہتا ہے کہ انتظار مثیل مسیح کی تو کسی کو بھی نہیں ہے۔ آپ سود
کیلیے سود کیوں دیتے ہیں۔ سود خوری تو اچھی بات نہیں ہے اگر آپ
صرف مثیل مسیح روحی طور پر جیسا کہ آپکا اعتقاد اول بروقت تحریر
براہین احمدیہ تھا۔ اور وہ شاید ٹھیک بھی تھا بنے رہتے۔ تو کسیکو کوئی
بدخاش نہیں تھی پر خاش تو صرف اُسی بات کی ہے کہ مسیح موعود کا
اطلاق صریح اپنے لئے کر لیا ہے۔ اور مسیح موعود کا آنا بالکل مسدود
اور انتظار بے سود۔ مگر اس عبارت بالا سے تو یہہ صرف پایا جاتا ہے
کہ مثیل مسیح کے بارے میں مرزا صاحب دس ہزار مثیل پھر اُتار رہے
ہیں اور مسیح موعود کا تو ذکر یا خیال تک بھی نہیں ہے۔ پھر کوئی وجہ
نہیں پائی جاتی کہ کیوں خود ہی مرزا صاحب اپنی اور تحریرات سے
اس کی تکذیب کر دیتے ہیں ہاں مثیل ہونے کے لئے سلسلہ جاری
رکھتے ہیں کیونکہ تیسرا مثیل بھی آپکی ذریت میں سے آنیوالا ہے۔ یہہ کیسی

صفحہ	سطر		
			ایک نہایت باریک خیال ہے کہ جیسا حضرت مسیح یونس کے مثیل بنتے ہیں ویسا ہی مرزا صاحب بھی یونس کے مثیل بننا چاہتے ہیں کیونکہ ایک مثیل عمانوئیل - دوسرا مثیل خود مرزا صاحب تیسرا مثیل مظہر الحق حضرت مسیح علیہ السلام کے تین دن قبر میں بحالت سخت غشی رہنے سے یہاں بھی مماثلت پوری ہوتی ہے کہ ایک دن کے لئے ایک ایک جون - جو تین سے زیادہ مرزا صاحب کو کشفی طور پر معلوم نہیں ہوتیں +
		نمبر ۱۷	نمبر ۱۷
۱۲۹	۱۴	ہم نے جو رسالہ فتح اسلام اور توضیح مرام میں اس اپنے کشفی والہامی امر کو شائع کیا ہے کہ مسیح موعود سے مراد یہی عاجز ہے۔	رسالہ فتح اسلام اور توضیح مرام کے بعد ازالہ اوہام تالیف ہوا تو جب پہلے کشفی اور الہامی امر شائع کیا ہے اور وہ یہہ ہے کہ "مسیح موعود سے مراد یہی عاجز ہے" جب کشفی حالت میں دیکھ چکے اور یقین واثق ہو گیا - تو پھر اب ازالہ اوہام میں آکر اس پختہ خیال - الہامی اور کشفی سے کیوں پہلو تہی کیجاتی ہے اور اگر بعد ازاں اس قسم کا کوئی الہام ہوا ہے کہ آپ مسیح موعود نہیں ہیں وہ ہی مثیل روحی - جو روحی طور پر چسپاں کیا ہے - اور وہی صرف روحانی خلافت نہ ظاہری - تو پھر اس کا اعلان کر دینا واجب تھا کہ جو فتح اسلام و توضیح مرام میں دعویٰ مسیح موعود کیا گیا تھا اب الہام و کشفی طور پر ثابت ہو گیا کہ وہی بات صحیح ہے جو ہم نے پہلی براہین احمدیہ میں لکھی تھی - تاکہ ظاہری مولویوں کا جوش فرو ہو جاتا - اور مرزا صاحب کو بھی اپنی عبارت کو تاویلات کے شکنجہ میں نہ کھینچنا پڑتا +

صفحہ	سطر	نمبر ۱۸	نمبر ۱۸
۱۰۱	۵	وہ اس بات کی علامت ہوگی کہ کوئی آسمانی مصلح پیدا ہوگیا ہے کیونکہ بغیر روح القدس کے نزول کے وہ حرکت پیدا ہونا ممکن نہیں ہے ۔	مرزا صاحب روح القدس کے نزول کے ساتھ آسمانی مصلح کا پیدا ہونا۔ لازمی سمجھتے ہیں۔ جس زمانہ تک روح القدس کا نزول تسلیم کیا گیا ہے اور ہمارے مخبر صادق حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلا دیا کہ اب اس کے بعد روح القدس کا نزول دنیا میں نہیں ہوگا۔ تو کس طرح سے تسلیم کیا جائے کہ روح القدس اب پھر خاص طور پر مرزا صاحب پر جاری ہو گیا۔ روح القدس سے خاص مراد حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں اگر اُن کا اور کوئی نائب ہے جو اب مرزا صاحب پر وحی لیکر نازل ہوتا ہے تو اُس کی تشریح درکار ہے۔ اور اگر روح القدس سے خاص حضرت جبرئیل امین علیہ السلام ہی مراد ہے تو پھر جو کچھ مرزا صاحب پر کشفی طور پر معلوم ہوتا ہے وہ صرف صفائی قلب ہے اگر ہو۔ یہہ دعویٰ کسی نے مجددان سلف میں سے کیا ہے کہ ہمارے پر روح القدس کے ذریعہ وحی نازل ہوتی ہے۔ الہام اور وحی میں بڑا فرق ہے نزول وحی خاص پیغمبروں پہ ہوئی ہے۔ اگر الہام اور وحی ایک چیز ہوتی تو دو ناموں سے علیحدہ علیحدہ نہ پکارا جاتا۔ اور پھر خود مرزا صاحب ہی کے کلام سے یہہ بات ثابت ہے کہ ان پر نزول وحی نہیں کیونکہ صفحہ ۱۳۸ سطر ۹ سے خود عیاں ہے۔ (کہ جو راستباز اور کامل لوگ شرف صحبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہو کر تکمیل منازل سلوک کر چکے ہیں اُن کے کمالات کی نسبت بھی ہمارے کمالات اگر ہمیں حاصل ہوں بطور ظل کے واقع ہیں اور اُن میں بعض

صفحہ	سطر		
			ایسے جزی فضائل ہیں جو اب ہمیں کسی طرح حاصل نہیں ہو سکتے۔ جب مرزا صاحب نے نہ تکمیل منازل سلوک کی۔ نہ اُس زینہ پر آپ نے قدم رکھا۔ نہ اُنکے جزی فضائل۔ خواہ کتنی ہی کوشش کریں وہ کوشش بھی بے سود۔ کیونکہ ازل سے ہی اُس نعمت غیر مترقبہ سے علیحدہ رکھے گئے۔ اور اگرچہ ہیں بھی تو صرف بطور ظل کے واقعہ ہیں۔ تو جب اُن کا درجہ جنہوں نے تکمیل منازل سلوک کی ہو بدرجہا مرزا صاحب سے زیادہ ہو۔ اور ہمسری غیر ممکن۔ تو پھر یہہ دعوی کس طرح سے پایۂ ثبوت کو پہنچیگا۔ کہ الہام وکشف کے علاوہ وحی کا نزول اور پھر اُس سے بڑھکر خود خُدا سے ہمکلام۔ اگر یہہ دعوی صرف کسی ایک خاص وقت کی نسبت ہوتا۔ جو ایک بیخودی کے عالم میں۔ کسی ایک جلوہ کے ظہور کے وقت اپنی خامی کے سبب سے سرزد ہوتا ہی اور انا الحق کہلا دیتا ہی۔ تو تسلیم بھی کر لیا جاتا۔ کہ خاموں کی ایسی ہی عادت ہوتی ہی کیونکہ اصل حقیقت سے واقف نہیں ہوتے اور اسی ایک جلوہ کو انا الحق تسلیم کر لیتے ہیں۔ مگر جو لوگ مشرف صحبت ہو کر تکمیل منازل کا درجہ پا چکے۔ وہ لوگ زیادہ واقف تھے۔ بباعث اپنی زیادہ واقفیت کے نہ انا الحق کہا۔ نہ اپنے آپ کو ملہم قرار دیا نہ وحی کا نزول اپنے آپ پر فرمایا۔ ازانجملہ چار اصحاب جن کو تمام امت محمدیہ بالاجماع سب اصحابیوں سے زیادہ تکمیل منازل سلوک میں کیے ہوئے تسلیم کرتی ہی انہوں نے بھی وحی کے آنے کے بارے میں دعوی نہیں کیا پھر مرزا صاحب باوصف اس

صفحہ	سطر		
			بات کے کہ آپ کے کمالات کا بطور ظل ہونا خود ہی تسلیم کرتے ہیں تو وحی کا آنا کیوں تسلیم کیا جاوے - اگر مرزا صاحب کا یہہ دعویٰ خلاف قرآن مجید و حدیث نبوی ہی - تو خود مرزا صاحب اس دعویٰ سے دست بردار ہو جائیں - یا یہہ کہدیں کہ جس پر وحی نازل ہو وہ سوائے پیغمبروں کے ایک عام دنیادار آدمی بھی ہو سکتا ہی پھر مرزا صاحب پر ہی کیا خصوصیت ہی - اور اگر اس چودھویں صدی کے لئے خصوصیت ہی تو چودھویں صدی کے پیغمبر ہیں - پھر یہہ تاویلیں جن میں ہزارہا صفحے لکھ ڈالے بے سود - کیونکہ مدارج بتدریج ملتے ہیں بھی کوئی کلام نہیں تکمیل منازل سلوک کرتے کرتے اس پایہ تک پہنچ گئے - **مثیل مسیح - مثیل مسیح موعود - مسیح موعود** - یہہ تین درجہ تو طے کر چکے جس طرح معلومات زیادہ اُسی طرح الہام - و کشف زیادہ - بروقت تحریر براہین احمدیہ نہ اسقدر وسیع معلومات نہ اسقدر عبور احادیث کے باطنی معنوں کے سمجھنے میں تھا - نہ اس طرف توجہ ہوئی - کیونکہ اُسوقت تک تو خیال مجددیت ہی تک محدود تھا - اب بڑھتے بڑھتے وہاں تک پہنچ گئی جہاں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا **بیت** اگر یک سر موئے برتر پرم + فروغ تجلی بسوزد پرم +
حاشیہ	۸	**نمبر ۱۹** صفحہ ۷۶ - اسجگہ مجھے یاد آیا ہی کہ جس روز وہ الہام مذکورہ بالا جس میں قادیاں میں نازل	**نمبر ۱۹** اس قرآن خوانی پر - اکثر لوگوں نے اعتراضات کئے ہونگے - اور بہت سا قلم فرسائی کے لئے زور لگایا ہوگا - مگر اس عاجز کی نگاہ سے کوئی مضمون آجتک نہیں گذرا کہ جس میں اپنی رائے بھی کچھ ظاہر کروں - مگر ضمنی طور پر - یہہ کلام مرزا صاحب میری تحریر

صفحہ	سطر		
		ہونے کا ذکر ہی ہوا تھا۔ اُس روز کشفی طور پر مینے دیکھا کہ میرے بھائی صاحب مرحوم مرزا غلام قادر میرے قریب بیٹھکر باآواز بلند قرآن شریف پڑھ رہے ہیں اور پڑھتے پڑھتے اُنہوں نے ان فقرات کو پڑھا۔ کہ انا انزلناہ قریباً من القادیان تو مینے سُنکر بہت تعجب کیا۔ کہ کیا قادیان کا نام بھی قرآن شریف میں لکھا ہوا ہی۔ تب اُنہوں نے کہا۔ کہ یہہ دیکھو لکھا ہوا ہی۔ تب مینے نظر ڈالکر جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ فی الحقیقت قرآن شریف کے دائیں صفحہ میں شاید نصف کے	میں آگئی۔ اور گو چند بار یہہ خیال بھی گذرا۔ کہ اس مضمون کو تحریر میں نہ لاؤں۔ پھر یہہ خیال پیدا ہوا کہ یہہ عجیب الہام ہی۔ اور عجیب تلاوت قرآن شریف ہی کہ جس سے تمام امت محمدیہ بے بہرہ رہی اور خود جناب مرزا صاحب کے بھائی صاحب کو بھی زندگی میں یہہ شرف حاصل نہ ہوا جو بعد مرگ حاصل ہوا۔ اگر اب بھی باقی ماندہ اس فیض سے بہرہ یاب ہو جائیں اور اس آیت کو درج قرآن شریف کرلیں تو جیسا جناب مرزا صاحب کے بھائی صاحب اس تلاوت کے طفیل سے مرحوموں میں داخل ہو گئے باقی لوگ بھی جوار رحمت سے مرحوموں میں داخل ہو جائینگے ورنہ رحمت سے محروموں میں شمار کئے جاوینگے۔ مگر انتظاری اس امر کی ہی کہ مرزا صاحب نے اعلان بذریعہ الہام آجتک نہیں دیا کہ یہہ لفظ قادیاں اب داخل کرلیا جاوے کیونکہ کشفی طور پر ہم کو معلوم ہو گیا ہی کہ ضرور لفظ قادیاں ازل سے جز کلام الٰہی ہی اور کسی سبب سے آجتک فروگذاشت ہوتی رہی۔ اور اُس کے اسباب بھی بیان نہ کئے۔ مگر شاید اعلان دے بھی دیا ہو مگر اس عاجز کی نگاہ سے نہیں گذرا۔ اس لئے زیادہ صراحت سے اسکے جواب لکھنے سے قاصر ہے صرف اتنا ہی کافی سمجھتا ہی کہ جب اور اولیاء اللہ نے احادیث نبوی کی صحت آنحضرت سے خود کرلی ہی اگر مرزا صاحب بھی اُسی صورت سے اس لفظ قادیاں کی صحت عالم کشف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرما لیتے تو زیادہ مسلم الثبوت ہوتی۔ کیونکہ عام دنیاوی قاعدہ کے مطابق کسی دعوی

صفحہ | سطر

موقعہ پر یہی الہامی
عبارت لکھی ہوئی ہے
تب میں نے اپنے دل
میں کہا کہ ہاں واقعی
طور پر قادیاں کا نام
قرآن شریف میں درج
ہے۔ اور میں نے کہا کہ
تین شہروں کا نام اعزاز
کے ساتھ قرآن شریف
میں درج کیا گیا ہے
مکہ۔ مدینہ اور قادیاں
یہہ کشف تھا جو کئی
سال ہوئے مجھے
دکھلایا گیا تھا۔ اور
اس کشف میں جو میں نے
اپنے بھائی صاحب
مرحوم کو جو کئی سال
سے وفات پا چکے
ہیں قرآن شریف پڑھتے
دیکھا۔ اور اس الہامی
فقرہ کو اُن کی زبان

کے ثبوت میں بھائی کی شہادت عدالت میں قابل تسلیم نہیں مانی
جاتی۔ مرزا صاحب نے تو اول وکالت کے صیغہ میں داخل ہونے
کے لئے قانون کی کتابیں دیکھی ہیں۔ اور اکثر تحریرات بھی اسی
پیرایہ میں کرتے ہیں اور پھر بھائی کی شہادت اس غرض سے پیش
کرنا۔ کہ خود قصبہ قادیاں بھی جسکو مرزا صاحب اپنی تالیفات میں
دمشق سے تعبیر دیں اور اُس کے موجودہ باشندے سب ہندو
یزیدی الفطرت۔ اور یہودیوں سے نسبت رکھنے والے جس
شہر کو دمشق سے نسبت ہو۔ اور دمشق کے لئے کوئی خاص اعزاز
قرآن شریف میں نہ ہو۔ مگر اُس قصبہ کو جس کو جزئی مماثلث سے دمشق
سے تشبیہہ دیجائے۔ وہی قصبہ صرف اس خیال سے کہ حضرت مرزا صاحب
بطور ان نبیوں کے جیسا کہ ظالموں کی بستیوں میں آتے رہے۔ اس بستی میں
آئے یا بھیجے گئے بجائے اسکے کہ وہ بستی جو ظالموں سے آباد ہو یزیدی اور یہودی
موجود ہوں اور نبی کی اہانت کریں اور خدا کی نافرمانی خون کرنے کو سہل جانیں
وہی بستی صرف اُس نبی کے قدم رنجہ فرمانے سے بجائے اسکے
کہ لعنت کی بستی تھی بہشتیوں کی بستی کہلائے۔ کیا ہی خلاف قیاس
ہے اور جس بستی میں۔ لعل بیگ کا جھنڈا بھی اُسی منارہ شرقی
بیضاوی کے پاس ہو۔ اور فسق و فجور حد اعتدال سے بڑھا ہوا
سب معاف ہو جائے اور نبی اس کی غرقی اور تباہی کی دعا
نہ کرے۔ شاید ہزاروں دعائیں کیں مگر ایک بھی قبول نہ ہوئی
بہتیری الہامی دھمکیاں دی گئیں مگر ایک بھی کارگر نہ ہوئی کیونکہ
جو نبی اگلے زمانوں میں جس بستی میں بھیجے جاتے تھے وہ غیر جگہ

صفحہ | سطر

سے قرآن شریف میں
پڑھتے سنا تو اُس
میں یہہ بھید مخفی ہے
کہ جس کو خدا تعالی
نے میرے پر کھول دیا
کہ اُن کے نام سے
اس کشف کی تعبیر کو
بہت کچھہ تعلق ہے یعنے
اُن کے نام میں جو
قادر کا لفظ آتا ہے
اس لفظ کو پیش کرکے
یہہ اشارہ کیا گیا ہے کہ
یہہ قادر مطلق کا کام
ہے اس سے کچھہ تعجب
نہیں کرنا چاہئے۔
اس کے عجائبات
قدرت اسی طرح پر
ہمیشہ ظہور فرما ہوتے
ہیں۔ نقل صفحہ ۷۸
لغایت

سے واسطے ہدایت کے آتے تھے اگر وہ یزیدی اُس نبی کا
کہنا نہیں مانتے تھے تو عذاب الٰہی نازل ہوتا تھا جیساکہ موسیٰ اور
فرعون۔ نوح علیہ السلام۔ لوط علیہ السلام کے قصوں سے عیاں
ہے پھر برعکس اُس کے ایسے یزیدی۔ یہودی بلا کسی سزا کے
اور مرزا صاحب پر ایمان نہ لاکر۔ مکہ معظمہ۔ مدینہ منورہ کے ہم مرتبہ
بن جاوے۔ تو زہے سعادت وزہے قسمت اُن یزیدیوں اور
یہودیوں کی۔ کہ یہودیوں کو جو خاص اللہ تعالیٰ کی برگزیدہ قوم ہو
اور جنہیں اپنی قوم کہے وہ تو ایک شعبدہ باز کو آزار دینے کے
سبب قیامت تک زوال میں رہیں یعنے کبھی آئندہ کو اُن میں
سے عروج کا کوئی فرد بشر لائق نہ سمجھا جاوے۔ جن کی خاندانی
بادشاہت ہو وہ بادشاہت سے محروم ہو کر رعایا کے طور پر ماتحت
امت اُسی شعبدہ باز کے ادنیٰ درجہ کی زندگی بسر کریں +
اور دمشق اور دمشقیوں کی وہ حالت کہ یزید کے خاندان کا نام
ہی بادشاہت سے نکال دیا جائے۔ یہہ سزا پاویں۔ اور جسکو
مشابہت اُس سے دی جاوے وہ سب جنتی اور بہشتی کیونکہ۔
قادیاں وہ اعزاز رکھے کہ مکہ معظمہ۔ اور مدینہ منورہ کا
ہم رتبہ ہو جائے۔ یہہ سب اُس کے ارادہ ازلی۔ اور تشبیہات
جسکا عقدہ مالاینحل کا انکشاف ہر چہار اصحاب خاص پر بھی
نہ ہو۔ اور پھر مرزا صاحب جو بدرجہا اُن سے کمتر ہوں یہہ اعزاز
بھلا آواز بلند پڑھنے کی کیا حاجت تھی۔ جبکہ کشفی طور پر دکھلایا
گیا تھا کشفی حالت تو بیخودی کی حالت ہوتی ہے۔ اور انسان اپنے

	سطر	صفحہ

دنیاوی معلومات سے علیحدہ ہوتا ہی۔ اگر سوتے ہوئے کو کچھہ سناویں
تو وہ سنتا ہی۔ ہرگز نہیں۔ مگر جو کچھہ خواب میں دیکھتا ہی اُس میں سے
شائد کچھہ یاد رہے تو رہے۔ مگر مرزا صاحب نے بڑے زور کی آواز
سے پڑھتے سُنا۔ اور گردن اونچی اُٹھا کر دیکھا جب عینی ثبوت مل
گیا تو اب لفظ **قادیاں داخل قرآن شریف** اُسی موقعہ پر
جس جگہ لکھا ہوا دیکھا تھا کیوں نہیں کیا جاتا۔ تاکہ دمشقی تشبیہات
کا بالکل ازالہ ہوجائے۔ شائد جسقدر آپکی پیروی کرنے والے ہیں
اُن کو یہہ ہدایت ہوچکی ہو اور اُنہوں نے جس موقعہ پر مرزا صاحب
نے فرمادیا ہو اُس لفظ کو شامل کرلیا ہو۔ جب آپ کو یہہ عظمت بھی
حاصل ہی کہ قرآن شریف میں ایجاد تو پھر احادیث میں تغیر تبدل کا
تو پورا اختیار ہی۔ اور جب کامل اختیار ہی۔ تو پھر صحیح مسلم اور صحیح بخاری
کو شاہد لانا کیا ضرورت۔ جیساکہ قرآن شریف کی آیت میں ایک جگہ
حدیث کے معنے حدیث نبوی سے لئے ہیں۔ اس بارے میں نقل
رسالہ رائے منصفانہ مؤلفہ جناب مولوی مشتاق احمد صاحب جو
جلد اول کے اخیر میں چھپا ہی ملاحظہ فرمائیں چونکہ یہہ الہام ایک خاص
کلام الٰہی کے بارے میں ہی اور خاص لفظ **قادیاں کلام الٰہی**
میں ہونا۔ بتلایا جاتا ہی۔ اس بارہ میں سوائے سکوت چارہ نہیں
کہ اگر یہہ ایک افترا ہی تو خدا عالم الغیب اس کو خود ہی رد کردیگا یہہ
مقام ادب ہی ایسا نہ ہو کہ اس میں کسی لغزش میں یہہ عاصی مبتلا
ہوجائے اسی سبب سے قلم کو روکا گیا۔ مرزا صاحب کو اختیار ہی
جو تحریف کرنا چاہیں کریں۔ کیونکہ جب یہہ کشفی طور پر سُنا تو آپ کو بھی بہت

صفحہ	سطر	
۱۵۵	آخر	**نمبر ۲۰** بلکہ خدا تعالی نے ایک قطعی اور یقینی پیشگوئی میں میرے پر ظاہر کر رکھا ہے کہ میری ہی ذریت سے ایک شخص پیدا ہوگا جسکو کئی باتوں میں مسیح سے مشابہت ہوگی وہ آسمان جیسے سے اُتریگا۔ اور زمین والوں کی راہ سیدھی کریگا وہ اسیروں کو رستگاری بخشیگا۔ اور اُن کو جو شبہات کی زنجیروں میں مقید ہیں رہائی دیگا فرزند دلبند گرامی لفظ "جیسے" اصل کتاب میں نہیں شاید آسمان اُتریگا کی تشریح مرزا صاحب نے نہیں فرمائی اسی لئے لفظ جیسے معنے شامل کر لیا ہے (معترض)

تعجب ہوا تعجب سے پایا جاتا ہے کہ اُس وقت تک آپ اس کے ہرگز قابل نہیں تھے جب آپ کی معلومات محاورہ ہی کبھی کچھ کبھی کچھ تو یہہ ایک بھان متے کا تماشا ہے +

نمبر ۲۰

قبل ازیں آسمانوں سے نازل ہونا۔ عموانوئیل کا مانا گیا تھا جس کی بابت یہہ عاجز جلد اول **خیالات قاسمی** میں تحریر کر چکا ہے اُس کو تو تاویلات کے شکنجہ میں کھینچکر اپنے لئے فرضاً ٹھہرایا جائے غور ہے کہ فرض کی حاجت تو امتیوں کو ہے کہ شاید اُس کے ذریعہ کچھہ سبکدوشی ہو جو شخص ہادی مرسل بنکر دنیا کے گناہ اُٹھالے اور خلص ایک ذریعہ نجات کا تمام دنیا کے لئے بنے۔ اسکو کیا ضرورت ہاں شاید اس لئے ضرورت ہو چونکہ تمام عالم کے گناہوں کا بوجھہ زیادہ مرزا صاحب پر ہوگا۔ اور طے منازل بہت دُور۔ اس لئے راہ میں دم لینے کے لئے۔ دوسرے شخص کی ضرورت ہے تو عموانوئیل کو اپنے ساتھہ ایک فرط رکھا ہے یہہ بھی آپ کی ایک بضاعتی پر دال ہے۔ اور دنیا میں جو اُس کا نتیجہ ہوا وہ معلوم۔ شاید تثلیث کا سلسلہ قائم رکھا ہے۔ اس لئے ابھی مظہر الحق کا ظہور لازمی ہے +

عموانوئیل کی نسبت تو مسیح علیہ السلام سے تھی۔ مگر مظہر الحق کی نسبت تو خاص **روح اللہ سے قرار دی ہے** کیونکہ مظہر الحق تو نزل من السماء سے تو یہی مراد حاصل ہوتی ہے کہ وہ ایک خاص روح ہے۔ اور وہ خاص آسمان۔ کیونکہ تمام عالم ارواح جنکی ہدایت کے لئے وہ آویگا زمینی ہیں۔ اُن کی ارواح بھی زمینی ہیں آسمانی

صفحہ	سطر		
		ارحمنبد مظہر الحق۔ والعلا کان اللہ نزل من السماء۔ لیکن یہہ عاجز ایک شخص پیشگوئی کے مطابق جو خدا تعالیٰ کی مقدس کتابوں میں پائی جاتی ہے مسیح موعود کے نام پر آیا ہو واللہ اعلم وعلمہ احکم۔	نہیں مظہر الحق۔ جائے ظہور حق حق تو خود خدا ہے۔ جب خدا کا خود ظہور ہوا۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں ہندوؤں کے تمام کاملوں میں خدا کا ظہور تسلیم کیا جانا۔ کیوں اشکال ہے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ کے لئے راہ درست کرنے آئے تھے۔ تاکہ پہلے ہی سے منکروں کو آگاہ کریں کہ ایک شخص آنے والا ہے کہ جس کے لئے میں راہ درست کرتا ہوں مگر مظہر الحق۔ تو سب کام کو خود ہی کریگا سب راہیں سیدھی کردیگا۔ یا وہی راہیں جو مرزا صاحب سے رہ جائینگی۔ اگر سب راہیں سیدھی کریگا۔ تو مرزا صاحب سے کوئی بھی راہ سیدھی نہ ہوگی۔ بلکہ اور ٹیڑھی ہو جائینگی جنکو مظہر الحق خود آکر سیدھی کریگا۔ یا مرزا صاحب مظہر الحق کے لئے حضرت یحییٰ کا کام کر رہے ہیں اگر یہہ بات ہے تو مرزا صاحب اُس کی جوتی کا تسمہ کھولنے کے لائق نہیں ہیں۔ خدا کرے کہ ہماری زندگی میں ظہور ہو تاکہ ہم لوگ بھی دیکھ لیں۔ کہ اُس کا نتیجہ آخری بھی مثل عمو انوئیل ہے یا اس کے برعکس۔ علاوہ ازیں یہہ بھی ہے کہ برخلاف ماضی۔ ایک صدی کے دو مجدد۔ دو ملہم۔ دو صاحب کشف۔ دو مثیل۔ دو مثیل مسیح۔ دو مثیل مسیح موعود۔ دو مسیح موعود۔ دو مسیح جن میں سے ایک کا ذکر احادیث میں ہے۔ اسی صدی میں پیدا ہو جاویں اور پندرھویں صدی کا ابھی ابھی شروع ہو جاوے۔ مرزا صاحب کے خرق عادات بھی سب مجددان سلف سے نرالے ہیں۔ صرف آپ کو الہام ہی ہوتے رہتے ہیں۔ فلانا مر جائیگا۔ فلانا قید ہو جائیگا۔ فلانا رہائی پاویگا۔ فلانے پر عذاب نازل ہوگا۔ سوائے اس کے

صفحہ	سطر		
			آجتک کوئی غیر مذاہب والوں میں سے ہدایت پر نہ آیا اس چشمہ سے ایک جرعہ تک نہ پیا۔ گو مرزا صاحب اپنے منہہ سے یہہ کہتے رہتے ہیں کہ میں ایک سرچشمہ ہوں جو اس چشمہ سے پئیگا کبھی پیاسا نہ ہوگا گو خلقت پیاسی مری جاتی ہی مگر نہیں پیتی۔ شائد اس خیال سے جیسا کہ یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی انتظاری میں رہکر بے نصیب رہے۔ اب بھی لوگ بے نصیب رہے جاتے ہیں صرف اس انتظار پر کہ جب مظہر الحق آویگا تب ہماری راہیں آپ ہی سیدھی کر دیگا۔ کیونکہ وہاں تو ناامیدی بتلائی جاتی تھی کہ جس کی انتظاری تھی آچکا۔ خواہ تسلیم کرو یا نہ کرو۔ مگر یہاں تو امید واثق دلائی جاتی ہی کہ ہماری ذریت میں سے ایسا اور ایسا آویگا۔ تو جب آویگا جب دیکھہ لینگے۔ مرزا صاحب تو صرف بجائے حضرت یحییٰ آئے ہیں۔ آنیوالا تو اور ہی ہی۔ مرزا صاحب نے شاید یہہ طریقہ اس لئے اختیار کیا ہی کہ اسی امید کی بدولت چندے بسر کریں۔ سو یہہ بھی تابعے عام کے خیالات تو عمانوئیل کے چلے جانے سے ہی کوسوں چلے گئے ÷
		نمبر ۲۱	**نمبر ۲۱**
۷۰	۴	بائبل میں اس طرح پر لکھا ہی۔ کہ ایلیا نبی جو آسمان پر اُٹھایا گیا۔ پھر دوبارہ وہی نبی دنیا میں آئیگا ان ظاہر الفاظ پر یہودیوں نے سخت پنجہ مارا ہوا ہی	یہاں بائبل سے مراد شائد توریت سے ہو۔ یا اگلے صحیفے۔ حضرت مسیح جن کو یہاں پر پھر مرزا صاحب نے ایک بزرگوار نبی کا لقب عطا کیا۔ اُس کی شہادت کو مانتے ہیں اور اُس کی گواہی کو حضرت ایلیا کے حق میں تسلیم کرتے ہیں مگر پھر بھی اعتراض سے خالی نہیں یعنے کہ جو آپکا مرشد ہی۔ اس طنز سے آپکی قساوت قلبی کا اندازہ ہو سکتا ہی۔ یوں کیوں نہیں لکھہ دیا۔ کہ پیراں نمی پرند مریدان می پرانند

صفحہ	سطر	
		اور باوجودیکہ حضرت مسیح جیسے ایک بزرگوار نبی نے صاف صاف گواہی دی کہ وہ ایلیا نبی جسکا آسمان سے اُترنا۔ انتظار کیا جاتا ہے یہی یحییٰ ذکریا کا بیٹا ہے کہ جو آپکا مرشد ہے +
		پیر تو کہتا ہے کہ میں نہیں ہوں پیر کی کلام پر مرید کی کلام کیا قابل ترجیح ہے

مرشد کا قول مرید کے قول پر کچھ وقعت رکھتا ہے یا نہیں اول تو جب حضرت ذکریا علیہ السلام کو فرشتہ دکھلائی دیا اور اُس نے حضرت یحییٰ کے پیدا ہونے کی خوشخبری دی تو یہہ الفاظ کہے۔

اَے ذکریا مت ڈر کہ تیری دعا سُنی گئی اور تیری جورو الیسبت جو بانجھ ہے تیرے لئے بیٹا جنیگی۔ اور تو اُسکا نام یوحنا رکھیگا۔ اور تجھے خوشی اور خورمی ہوگی۔ اور بہتیرے اُس کی پیدائش سے خوش ہونگے۔ کیونکہ وہ خداوند کے حضور بزرگ ہوگا اور نہ مئے اور نہ کوئی نشہ پئیگا۔ اور اپنی ماں کے پیٹ ہی سے روح القدس سے بھر جائیگا۔ اور بنی اسرائیل سے بہتوں کو اُنکے خداوند خدا کی طرف پھیریگا اور وہ اُسکے آگے۔ الیاس کی طبیعت اور قوت کے ساتھہ چلیگا۔

دویم جبکہ یہودیوں نے یوروشلیم سے کاہنوں اور لادیوں کو بھیجا کہ اُس سے پوچھیں کہ تو کون ہے۔ اُس نے اقرار کیا اور انکار نہ کیا بلکہ اقرار کیا کہ میں مسیح نہیں ہوں۔ تب اُنھوں نے اُس سے پوچھا تو اور کون ہے۔ کیا تو الیاس ہے اُس نے کہا میں نہیں ہوں پس تو آیا وہ نبی ہے۔ اُس نے جواب دیا۔ نہیں۔ مرشد تو انکار کرے اور مرید کہے کہ ہاں وہی ہے۔ دونوں میں باہم اختلاف۔ مرزا صاحب کو تینوں بیان تحریر کرنے لازم تھے نہ ایک۔ جیسا کہ فرشتہ نے بتلایا تھا۔ کہ یوحنا۔ الیاس کی طبیعت اور قوت رکھیگا۔ اُسی کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تائید کی ہے۔ باقی تو حاشیہ مرزا صاحب کا اپنا چڑھایا ہوا ہے حضرت مسیح علیہ السلام نے ایلیا نبی کا

آسمان پر اُٹھائے جانا۔ اُسی طرح سے مان لیا ہی جیساکہ سلاطین کے باب ۲ آیت ۱۱ میں ذکر ہی۔ کیونکہ وہ چشم دید واقعہ پر پچاس نبیوں کی شہادت ہی۔ اور تمام کتاب ازالہ اوہام میں بھی مرزا صاحب نے اس سے انکار نہیں کیا۔ کیونکہ۔ ایلیا نبی کی قبروں کا پتہ مرزا صاحب نے نہیں دیا۔ جیساکہ حضرت مسیح علیہ السلام کی تین قبروں اور تین جگہ دفن ہونا لکھا ہی۔ اول تو وہ قبر ہے جو یروشلم میں ایک چٹان پر بنی تھی۔ اور پلاطوس سے اجازت لیکر دفن کیئے گئے۔ پھر دوسری قبر وہ ہی۔ جو گلیل یعنے اپنے وطن میں جاکر عرصہ دراز کے بعد فوت ہوئے مگر وہاں آپکا دفن کرنیوالا نہیں بتایا ہی۔ اور پھر تیسری قبر کشمیر میں ہی یہ تو جناب حکیم نورالدین صاحب کی بدولت مرزا صاحب کو معلوم ہوئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں تو ہزارہا پہلو سے وہی اعادہ مضمون ہی جس میں دو ہزار صفحہ بھی کم تحریر فرمائے ہیں۔ بعض جگہ تو مضمون پلٹنے کو بھی نہیں ملا۔ وہی مضمون بجنسہ باربار نوک قلم سے نکل رہا ہی۔ مگر ایلیا نبی کی بابت صرف بغلیں جھانک کر دبی زبان سے چادر کو جسم عنصری قرار دیا۔ اور ہنود کے مسئلہ جون پلٹنے کی تائید کر گئے اب اس سے انکار کسی طرح نہیں کرسکتے اور نہ ہندوؤں پر اعتراض۔ اسی چادر کو آپ کے شاگرد رشید نے اُٹھالیا۔ اور دوبارہ وہی لاش بقول مرزا صاحب جو چادر بن گئی تھی۔ دریا میں لا ماری اور پھر دریا دوبارہ ہوگیا۔ اُس وقت تک چادر کی چادر رہی ؎		سطر	صفحہ

صفحہ	سطر	نمبر ۲۲	نمبر ۲۲
۷۶۳ و ۷۶۴	۱۵	بعض نہایت سادگی سے کہتے ہیں کہ سلاطین کی کتاب میں جو لکھا ہے۔ کہ ایلیا جسم کے سمیت آسمان پر اُٹھایا گیا۔ تو کیوں مسیح ابن مریم کے اُٹھائے جانے میں کچھ جائے اشکال ہے۔ تو اُن کو واضح ہو کہ درحقیقت ایلیا نبی خاکی جسم کے ساتھ نہیں اُٹھایا گیا چنانچہ مسیح نے اُس کی وفات کی طرف اشارہ کر دیا۔ جبکہ اُس نے یہودیوں کی وہ اُمید توڑ دی۔ جو وہ اپنے خام خیالی سے باندھے ہوئے تھے اور کہدیا۔ کہ وہ ہرگز نہیں آویگا۔ اور	مرزا صاحب نے جو تاویل نسبت جسم عنصری حضرت ایلیا نبی فرمائی ہے کہ وہ جسم عنصری وہ چادر تھی جو اوپر سے گر پڑی اور الیسع نے اُٹھا لی اور اپنے کندھے پر ڈال لی۔ اور پھر اُس جسم عنصری کو دریا میں لا مارا جیسا کہ پہلے پار جانے کے لئے خود ایلیا نبی نے اپنی چادر ماری تھی اور دریا شق ہو گیا تھا۔ اگر اس دوسری چادر کو جو اُن کے شاگرد کے پاس موجود تھی جسد عنصری مان لیا جائے تو وہ پہلی چادر کیا دوسرا چولہ بنانے میں کام آئی۔ اور اگر کام میں نہیں آئی تو کیا ہوئی۔ یہہ تاویل تو مرزا صاحب کی اتنا وقعت بھی نہیں رکھتی جو خود مرزا صاحب نے اپنی تالیف چولہ صاحب میں نسبت باوا نانک صاحب تاویل کی ہے۔ کیونکہ وہاں تو چادر۔ باوا نانک صاحب دو پارہ ہو کر نصف مسلمانوں کے حصہ میں آئی۔ اور نصف ہندوؤں کے حصہ میں۔ اور در اصل چادر کی چادر ہی رہی جسم عنصری تو باوا صاحب کا۔ اُن کی کرامات اور استدراج کی طاقت سے جو اُن کو زندگی میں حاصل تھی۔ مرزا صاحب نے آسمانوں پر پہنچا دیا۔ اور کوئی دوسرا چولہ باوا نانک صاحب کے زیب تن نہیں فرمایا۔ جس کو مرزا صاحب مسلمان اور سچا ایمان دار قرار دیتے ہیں۔ کیا اُس نبی کی عزت اتنی بھی نہیں تھی۔ کہ ایک استدراجی کے مقابلے کے لئے باقی رہتی۔ تمام تحریرات مرزا صاحب جو حضرت ایلیا نبی کی نسبت تحریر فرمائی ہیں۔ اور جو باوا نانک صاحب کی قدر افزائی میں کام میں لائی گئی ہیں۔ ارباب

صفحہ | سطر

ظاہر ہو کہ اگر وہ جسم خاکی
کے ساتھ اُٹھایا جاتا
تو پھر خاک کی طرف اُسکا
رجوع کرنا ضروری تھا
کیونکہ لکھا ہو کہ خاکی جسم
خاک کی طرف ہی عود
کرتا ہو۔ منہا خلقناکم
ومنہا نعیدکم کیا
ایلیا آسمان پر ہی فوت
ہو گیا۔ یا کل من
علیہا فان سے
باہر رہیگا۔ اگر سوچکر
دیکھو تو ایلیا کی چادر
گرنے والی وہی اُسکا
وجود تھا۔ جو اُس نے
چھوڑ دیا۔ اور نیا چولہ
پہن لیا +

بصیرت غور کی نگاہ سے مقابلہ کر کے دیکھیں۔ کہ باوا صاحب کو
جنہوں نے احکام شرعی ظاہری طور پر اپنے اسلام میں داخل
ہونے کی نسبت عدم ہی میں رکھہ چھوڑے تھے اور وفات بھی
ہندوؤں کے گھر میں پائی اور ہندو ہونے کا اطلاق آجتک لاکھوں
آدمی مان رہے ہیں بلکہ ایک مذہب ہی علیحدہ مقابلہ میں موجود ہی
اُن کی لاش تو عالم بالا میں جانے کی نسبت کوئی تردید نہیں
فرماتے بلکہ تائید کر رہے ہیں اور جن کی نسبت انبیا اولوالعزم نبی
مانے۔ اور خود بھی سب کو یہہ ہدایت فرمائیں کہ حضرت عیسیٰ
علیہ السلام کے فیصلہ کو مان لو۔ کیونکہ اُنہوں نے اس کی تردید
کہیں نہیں کی ہی۔ کہ کتاب توریت میں جو صعود ایلیا نبی لکھا
گیا ہو یہہ غلط ہو بلکہ آپکا سکوت صعود کی نسبت دلالت کرتا ہو کہ
آپ نے اُس تحریر کو تسلیم کیا ہی پھر سب سے خود منوا کر اور مان کر اب
یہہ فرمانا۔ کہ اُن کا جسم عنصری چادر بنکر اوپر سے گر پڑا۔ مگر اسکی
تشریح نہیں فرمائی کہ وہ چادر لٹھے کی تھی یا کس کپڑے کی۔ کیونکہ
اُن کے شاگرد کے پاس موجود تھی اور اُس چادر سے اُس نے
کرامتیں دکھائیں۔ اور وہی چادر دریا میں ماری اور دریا کو دو شق
کر دیا اور پار اُتر آئے۔ اور نہ مرزا صاحب نے اس کی تشریح فرمائی
کہ زمین سے کے فٹ او نچے جا کر ہوا میں اپنا چولہ عنصری چھوڑا۔
مرزا صاحب کی تحریر سے یہہ ثابت ہو کہ زمین سے معہ جسد عنصری
صعود ہوا۔ کیونکہ چادر اوپر سے گری۔ اب ہوا میں کھڑے کھڑے
کس مقام پر یہہ چولہ اوتارا اور دوسرا چولہ پہن لیا۔ کونسی جگہ تھی

	سطر	صفحہ
کہ جس پر کھڑے ہو کر پوشاک بدلی - کیونکہ بقول مرزا صاحب یہہ اختیار خود حضرت ایلیا نبی کو حاصل تھا کہ ایک چولہ چھوڑ دے اور دوسرا پہن لے - مرزا صاحب کے الفاظ خاص اسی بات کی تائید کرتے ہیں کہ یہہ اُس کا فعل تھا - نہ خدا قادر مطلق کا - ایلیا کی چادر گرنے والی اُسکا وجود تھا جو اُس نے چھوڑ دیا اور نیا چولہ پہن لیا - لفظ اُس نے چھوڑ دیا سے کیا پایا جاتا ہے اور پہن لیا - کے کیا معنے - نہ کسی نے اُس سے یہہ چولہ لیا اور نہ کسی نے دوسرا چولہ دیا - گویا اُسنے خود جون پلٹ لی - اور کیسا با اختیار کہ اپنے جسم عنصری کو بقول مرزا صاحب اوپر چڑھتے چڑھتے ایک چادر کی شکل میں بنا دیا - جیسا کہ تماشے والے اوپر سے کبھی سر کبھی پیر کبھی اور اعضا کٹے ہوئے زمین پر پھینک دیتے ہیں - لاما گرو - کو بھی یہہ اختیار حاصل ہے کہ جب وہ اپنا چولہ یعنے یہہ جسم عنصری جو بہت بودا ہو جاتا ہے - بدلنا چاہتا ہے - تو پہلے سے اعلان کر دیتا ہے کہ میں اب یہہ قالب عنصری چھوڑونگا - اور فلانے کے گھر اسی قالب عنصری میں پیدا ہونگا چنانچہ ایسا ہی اُن کے اعتقاد کے مطابق ہوتا ہے - گرو لاما اس جسد عنصری کو چھوڑ کر کسی دوسرے جسم میں جانا پسند نہیں کرتا ہے ہمیشہ اسی میں تغیر تبدل کرتا رہتا ہے اور وہ تو بجائے جسم عنصری کو چادر بنانے اور پوشیدہ کوئی جسم حاصل کرنے کی طاقت نہیں رکھتا ہے تو پھر اُس کی کایا پلٹ سے کیوں انکار - اور جس نے جسم کو ایک چادر بنا دیا اور ہمیشہ کے لئے غائب ہو گیا - اقرار یہہ		

صفحہ	سطر	عبارت	جواب
۲۷	۴	نمبر ۲۳ جیساکہ خود مسیح نے ایلیانبی کی نسبت مان لیا۔ عبارت مندرجہ صفحہ ۲۷ ہم نے ایلیا کے صعود ونزول کا قصہ اس غرض سے اس جگہ لکھا ہے۔ کہ تا ہمارے بھائی مسلمان ذرا غور کرکے سوچیں۔ کہ جس مسیح ابن مریم کے لئے وہ لڑتے مرتے ہیں اُسی نے یہہ فیصلہ دیا ہے اور اسی فیصلہ کی قرآن شریف نے بھی تصدیق کی ہے اگر آسمان سے اُترنا اسی طور سے جائز نہیں جیسے طور سے ایلیا کا اُترنا حضرت مسیح	عجیب عقل ہے + نمبر ۲۳ اہل بصیرت اس تاویل کو بڑے غور کی نگاہ سے دیکھیں کہ باوا نانک صاحب اور گرو لاما کے حالات سے کس درجہ پر ہے۔ اور چادر کی تاویل کیا ہی وقعت رکھتی ہے۔ مجدد۔ جب تک ایسی ایسی تجدید نہ کرے تب تک اُس کو مجدد کون کہے اس تمام عبارت مرزا صاحب سے یہہ امر پایہ ثبوت کو پہنچ گیا کہ جو تحریر نسبت زندہ اُٹھائے جانے حضرت ایلیانبی درج کتاب سلاطین باب ۲۔ آیت ۱۱۔ اور پھر اُس کی شہادت صحیفہ ملاکی کے باب ۴۔ آیت ۵ میں دی گئی ہے۔ اور حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی اُس کو تسلیم کر لیا۔ بلکہ یہی فیصلہ دیا۔ اور اگر اس سے انکار کیا جاوے۔ تو نعوذ باللہ قرآن شریف پر بھی اعتراض آتا ہے۔ اور حضرت مسیح کی نبوت میں بھی خلاف واقعہ ہوتا ہے۔ اور اول تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ بعد ازاں کل حواری اور پھر ہمارے امام المحدثین حضرت اسمٰعیل صاحب اور اب خصوصیت سے ہمارے حضرت مرزا۔ مفسر۔ ملہم۔ اویسی مثیل۔ مثیل مسیح۔ مثیل مسیح موعود۔ مسیح موعود۔ خود مسیح۔ مہدی موعود۔ مجدد وقت بھی خود تسلیم کرتے ہیں۔ اور اس زمانہ میں تعلیم یافتہ محقق طبع جن لوگوں کے دل اور دماغ کو نئے علم کی روشنی نے انسانی قوتوں میں ترقی دیدی ہے اور وہ لوگ ہزلیات کو ہرگز تسلیم کرنے والے نہیں ہیں اُن کو بھی مرزا صاحب بڑے زور سے منواتے ہیں۔ اور یہہ فرماتے

صفحہ | سطر

نے بیان فرمایا ہی تو
مسیح منجانب اللہ
نبی نہیں ہی بلکہ نعوذ باللہ
قرآن شریف پر بھی
اعتراض آتا ہی جو مسیح
کی نبوت کا مصدق ہی
اب اگر مسیح کو سچا نبی
ماننا ہی تو اُس کے
فیصلہ کو بھی مان لینا
چاہیئے۔ زبردستی
سے یہہ کہنا نہیں چاہیئے
کہ یہہ ساری کتب ہیں
محرف و مبدل ہیں
بلاشبہ ان مقامات سے
تحریف کو کچھ علاقہ
نہیں۔ اور دونوں
فریق یہود۔ نصاریٰ
ان عبارتوں کی صحت
کے قایل ہیں۔ اور پھر
ہمارے امام المحدثین
حضرت اسمٰعیل صاحب

ہیں اب اگر مسیح کو سچا نبی ماننا ہی تو اُس کے فیصلہ
کو بھی مان لینا چاہیئے زبردستی سے یہہ کہنا نہیں
چاہیئے۔ کہ ساری کتابیں محرف و مبدل ہیں بلا
شبہ ان مقامات سے تحریف کا کچھ علاقہ نہیں۔

یقینی طور پر بلکہ الہام سے بھی۔ کیونکہ بلاشبہ کا لفظ جو مرزا صاحب
نے بڑے زور سے لکھا ہی تمام اہل اسلام کو ماننا چاہیئے۔ اور
خادم قوم تو اسے ۱۸۵۶ء سے جبکہ ابتدائی تعلیم پاتا تھا بسر و چشم
مان چکا ہی اور اب سب بھائی مسلمانوں کی خدمت میں دست بستہ
عرض کرتا ہی کہ جب حضرت ایلیا کا زندہ آسمان پر بلائے جانا کسی
خاص مصلحت سے جس کی شہادت سلاطین سے لیکر پے در پے
سینہ بسینہ کشفی طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے روح القدس
کے وسیلے سے اپنے مثیل مثنی کو جواب ہمارے ہیں زندہ موجود
ہیں یعنے مرزا صاحب کو پہنچادی۔ اور ہم کو وہ یہہ خاص ہدایت
کریں اور نظیر بھی پیش کریں اور یہہ فرمائیں کہ اگر مسیح کو سچا نبی مانتے
ہو تو اُسکے فیصلہ کو بھی مان لو۔ اے بھائیو بسر و چشم مان لو اور
کوئی سوال جرح کے پیش نہ کرو نہ کوئی اعتراض کرو۔ حضرت
ایلیا نبی کس جگہ ہیں دن کو کیا کرتے ہیں رات کو کہاں سوتے
ہیں بول و براز کی کونسی جگہ ہی غسل خانہ کہاں ہی مطبخ خانہ کہاں
غذا کیا پکتی ہی۔ کون پکاتا ہی۔ کے خدمتگار ہیں سردی گرمی میں

صفحہ	سطر		
		اپنی صحیح بخاری میں یہ بھی لکھتے ہیں کہ ان کتابوں میں کوئی لفظی تحریف نہیں	پوشش کا کیا انتظام ہے جیسا اس کو ان سے ساتھ ہو اور صدہا اعتراض جیسے مرزا صاحب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت کئے ہیں مت کرو خبردار صم و بکم بن جاؤ۔ جبکہ ہمارے ہادی چودھویں صدی کے سردار اس بات کو کشفی طور پر چشم دید واقعہ اور پھر صدہا
۲۷۰	۷	اگر یہ کہا جائے کہ کیا یہ ممکن نہیں کہ ملائک اولیاء کے وہ مقامات کشف و متبدل ہوں تو جیسا کہ ابھی میں لکھ چکا ہوں یہ سراسر وہم و گمان باطل ہے کیونکہ اگر وہ مقامات محرف و مبدل ہوتے تو مسیح ابن مریم کا یہودیوں کے مقابل پر یہ عمدہ جواب تھا کہ جو کچھ تمہاری کتابوں میں ایلیا کا آسمان پر جانا۔ اور پھر اُترنے کا وعدہ لکھا ہے یہ بات ہی غلط ہے۔ اور یہ مقامات	ثبوت کے ساتھ منواتے ہیں۔ جنہوں نے حضرت ایلیا سے ظاہری طور پر معانقہ کیا ہو اور باہم گفتگو بھی کی ہو کیونکہ پاک نبی جو معصوم ہیں اُن کی ارواحیں اگر جناب مرزا صاحب سے ظاہری طور پر اس جسم عنصری میں آ کر ملتی جلتی ہیں۔ اُن کی شہادت سے اور بڑھکر حضرت ایلیا نبی کے زندہ بلائے جانے کی نسبت کوئی ثبوت مت طلب کرو۔ اور وہ جو اس خادم قوم نے خیالات قاسمی کے حصہ اول میں جزی طور پر اس واقعہ کو بیان کیا ہے اور وہاں پچاس آدمی کی عینی شہادت پیش کی ہے اسکو تو ہزاروں سال گذر چکے ہیں اب جو عینی شہادت مرزا صاحب کی اس روشنی کے زمانہ میں مثل اظہر من الشمس ہے تسلیم کر لو تاکہ اول پچاس آدمیوں کی عینی شہادت بھی کام آوے۔ اور اگر انکار کرو گے تو نہیں معلوم تمہارے انکار پر مرزا صاحب کیا فتویٰ دیں۔ کیونکہ بدیہی ثبوت بھی اسی قسم کے اور بہت سے ہیں اور عادت اللہ اور سنت اللہ قدیم سے اسی طرح جاری ہے۔ دیکھو حضرت آدم علیہ السلام ہمارے ابا سرتاج جن کی ذریات ہم ہیں اُن کا خاکی پتلا اس زمین پر بنا۔ اور کتنی مدت میں بنا۔ یا زمین کی مٹی آسمانوں پر کس طرح سے چلی گئی پھر اُس میں روح حیوانی اور خاص روح کس طرح سے داخل ہوئی

اماں حوا پسلی ہیں کہ جسم عنصری ہیت ایک دم میں کس طرح سے بن گئیں
حضرت ابوالآدم علیہ السلام کے جسم عنصری میں سے کون حصہ کم ہوگیا
جب تک جنت البریں سے نکالے نہیں گئے تھے اُس وقت تک
یہی جسم عنصری تھا یا اور کوئی جسم تھا جس میں اول روحیں داخل
کی گئیں تھیں اور پھر اُن روحوں کی چار بنائی گئیں۔ کیونکہ وہ کتب سماوی
سے ثابت ہے کہ جنت میں بود و باش تھی اور بول و براز کی حاجت جو یہ
جسم عنصری کو بقول مرزا صاحب لازمی ہے اور سوا کھانا وغیرہ جسم عنصری
لوازمات جناب مرزا صاحب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وارد
کیے ہیں ان سے وہ کس طرح بری تھے اور جب گندم کا دانہ باغوائے
شیطان کھایا تب وہ چولہ جو اُس وقت تک حضرت آدم علیہ السلام
اور اماں حوا کے زیب تن تھا (یعنے یہ جسم عنصری) سے لیا گیا اور دوسرا
چولہ جسم عنصری کا پہنا کر جنت سے نکال دیا۔ یا وہ وہی رہا یہ امر
مرزا صاحب کہیں سے ثابت نہیں کر سکینگے کہ وہ جنت جس میں
حضرت آدم علیہ السلام رہتے تھے زمین پر خاص آدم علیہ السلام
کے لیے بنایا گیا تھا۔ اور تمام آسمان کے فرشتے سجدہ کرنے
کو زمین پر بھیجے گئے تھے۔ باغ شداد جو زمین پر ہے اور اب بھی موجود
ہے اور غائب بھی ہے۔ اسی طرح سے کیا وہ جنت بھی غائب ہے۔ کیونکہ
باغ شداد کا ہونا اس طرح سے ثابت ہے کہ ایک شخص اپنے اونٹ
کی تلاش میں اُس جگہ میں جہاں باغ شداد ہے جا پہنچا۔ اور بحکم
رب العالمین اُس کو وہ باغ دکھلایا گیا اور وہاں سے وہ جواہرات
وغیرہ بھی لایا اور اُس نے آکر یہ سب قصہ باغ کا بیان کیا جسم

تحریف شدہ ہیں بلکہ مسیح نے
تو ایسا عذر پیش نہ کرنے سے
ان مقامات کی صحت کی
تصدیق کر دی ماسوا اس
کے وہ کتابیں جیسے یہودیوں
کے پاس تھیں ویسے ہی
حضرت مسیح اور اُن کے
حواری ان کتابوں کو پڑھتے
تھے اُن کے نگہبان تھے
اور یہودیوں کے لیے ہم
کوئی ایسا موجب حسد الفعل
قرار نہیں دے سکتے
جو ان مقامات کے محرف
کرنے کے لیے انہیں مجبور
کرتا۔

حدیث نبوی صادق آئی کہ وہ شخص جو باغ شداد دیکھیگا اُس کی گردن
پر دو خال ہونگے اور وہ اپنے اونٹ کی تالاش میں جائیگا چنانچہ
یہہ پیشین گوئی مخبر صادق کی صحیح نکلی۔ ماورائے اس کے خود خدا
کریم یہہ فرماتا ہی کہ دنیا پر ایسا کوئی اور باغ مثل اس کے نہیں
اگر باغ آدم علیہ السلام بھی اس زمین پر دنیا میں ہوتا۔ تو باغ شداد
سے بہتر ہوتا پھر شداد کے باغ کی تعریف نہ ہوتی۔ اور اس آیت
میں جو بیان فرمایا گیا ہی۔ سورۂ البقر سیپارہ اوّل۔ فَاَخرجھما
مِمَّا کَانَ فِیْہِ وَقُلْنَا اِھْبِطُوا بَعْضُکُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ج
وَلَکُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰی حِیْنٍ ٥ اس سے بھی
ثابت ہوتا ہی کہ کسی دوسری جگہ سے اوپر سے نیچے بھیجے گئے۔
جب اوپر سے بھیجے گئے تو کیا فرشتے گود میں اُٹھا کر لائے۔ کرہ
زمہریر سے اوپر حضرت آدم علیہ السلام اور اماں حوا کس طرح سے
سالہا سال زندہ رہے۔ بول براز سے فارغ اور جب دُنیا میں آئے
تب ہی حاجت ہوئی۔ اگر یہہ باغ دنیا میں ہوتا۔ تو حضرت آدم علیہ السلام
کا سر اندیپ میں گرنا جسکو آجتک بلا حجت سب مانتے ہیں کس طرح
سے ہوا۔ حجر اسود کی اہل اسلام بڑی عظمت کرتے ہیں کہ یہہ جنت
کے پتھروں میں کا ایک پتھر ہی جو حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھہ
بہشت سے زمین پر گرا تھا۔ اور بعد ازاں آپ کا تکیہ رہا۔ اب
قیاس کرنا چاہئے۔ کہ کہاں بہشت اور کہاں زمین بعد مسافت
کے کچھہ تعداد ہی۔ پھر یہہ پتھر اتنی اونچائی سے گر کر ثابت کس طرح
سے رہا یا کوئی فرشتہ اُسے بغل میں لیکر ہمراہ آدم علیہ السلام زمین

ہیں جس طرح سے بحکم آلہی آدم علیہ السلام کو چھوڑ گئے اُسی طرح سے
یہہ تخچر بھی پہُنچایا گیا۔ مگر سبب کہ کیوں اور کس حاجت کے لئے۔
یہہ مرزا صاحب جانتے ہونگے کیا ان واقعات کو عقل تسلیم کرتی
ہی اگر عقل کی تسلیم ہی ایمان ہی۔ تب تو مرزا صاحب کا ایمان بہت
درست ہی ورنہ خیر۔ اب جب یہہ ثابت نہیں ہوسکتا کہ حضرت آدم
علیہ السلام کو دو جسم عنصری عطا ہوئے اور بہشت بھی دنیا میں ہی
تو سب کچھہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ اُس خالق یکتا کے بھید ہیں جس طرح
سے چاہے کرے۔ شیطان کس طرح سے بہشت میں داخل ہوگیا
اور پھر نکل آیا۔ اور اُسے زندگی بھی وہ بخشی گئی کہ کسیکو عالم حیات
سے عطا نہیں ہوئی قیامت تک۔ کیا حیات کو موت نہیں۔
پھر شیطان پر کیوں تخصیص ہی۔ کیا یہہ بات خارج از قیاس نہیں
پھر اُس کی تمام ذریات بھی جس کا شمار کوئی نہیں بتلا سکتا وہ بھی
قیامت تک زندہ صرف شیطان کے ہی بارے میں مرزا صاحب
سوچ لیں +

حضرت ابراہیم ادھم کا قصہ کوئی جھوٹ موٹ دل بہلانے کی
کہانی ہی۔ یا اس واقعہ کا بھی کچھہ سر اپا ہی اگر ہی تو اُس قصہ کو پڑھ لو
حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر یہہ اعتراض ہی کہ اُنہوں نے کوئی مُردہ
زندہ نہیں کیا اور نہ وہ چند منٹ جیتا رہا۔ مگر قرآن شریف سے
ثابت ہی۔ جن انجیلوں کا مرزا صاحب اپنے تائید کلام میں حوالہ
دیا کرتے ہیں اُن سے تو یہہ بھی ثابت ہی کہ حضرت مسیح علیہ السلام
کے شاگردوں نے بھی مُردے زندہ کئے +

اصحاب کہف کا قصہ جہاں مرزا صاحب نے بیان فرمایا ہی۔ اُس کی
پوری حقیقت کیوں بیان نہیں کی اُسکو چھپانے سے کیا فائدہ جب
اصحاب کہف جو بخوف ظالم بادشاہ غار میں جا چھپے تھے بحکم الٰہی پھر
زندہ ہو گئے۔ تو آپ نے ایک آدمی کو روپیہ یا جو سکّہ اُسوقت رائج
تھا دیا کہ جاکر شہر سے کھانا لاوے۔ جب وہ شخص شہر میں گیا۔ تو
اُس سکّہ کو بازار میں دیکھکر ایک تعجب ہوا کہ یہہ سکّہ کیسا ہی رائج سکّہ
نہیں شائد کہ قلب ہی۔ یہانتک کہ نوبت بعدالت پُہنچی۔ اور اُس
آدمی نے تمام واقعہ اصحاب کہف کا سُنایا اور پھر غار پر جاکر آپ سے
استفسار وغیرہ ہوا اور جسقدر طول یہہ قصہ ہی یہاں تحریر میں لانا
طوالت ہی اُس قصہ کو پڑھ لو پھر کیا یہہ تمام واقعات شبہ کا جانا بھی
تکرار ہونا عدالت تک نوبت پہنچنا غار پر آنا۔ سکّہ کا صدہا سال کا ثابت
ہونا کیا یہہ سب باتیں ایک منٹ میں ہوگئیں۔ جب یہہ ثابت ہوا
کہ یہہ وقوعہ صدہا سال کے بعد ہوا۔ تو جسم عنصری کس طرح سے
قائم رہا خاک کیوں نہیں ہوا اور اگر یہہ کہا جائے کہ خاک ہوکر پھر
جسم عنصری بن گیا از بہہ بہتر۔ مگر اس سے زیادہ تر یہہ شہادت ہی
کہ جسم عنصری نہ سڑا نہ گلا بلکہ آجتک موجود ہی۔ کیونکہ جب یہہ حکم ہوا کہ
اگر تو اُسے دیکھے تو تجھے ہیبت معلوم ہو۔ پس اس سے صاف ثابت ہی
کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہہ خطاب پروردگار ہوا تو اور اس
سے زیادہ کیا ثبوت چاہئے کہ اصحاب کہف ایک حال میں جس میں
خدا نے اُن کو رکھا ہوا ہی۔ اور یہی جسم عنصری موجود ہی اور زندہ ہیں
پھر جب یہہ دلائل ہمارے پاس موجود ہیں۔ اور انسان اُس کی کُنہ

حکمت تک پہنچنے سے عاری ہی تو پھر کیا ضرورت ہی کہ مرزا صاحب کی
دلیلوں کو نسبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام مانا جائے جب حضرت آدم
علیہ السلام کے حالات ہم کو اس امر کا یقین دلاتے ہیں کہ وہ اسی جسم
عنصری سے بہشت میں تھے۔ اور وہی جسم عنصری تھا جب دنیا میں
اتارے گئے۔ قالوبلیٰ کے کہنے کے لئے بھی کل ارواحوں کو کوئی
جسم ملا۔ حضرت ایلیا نبی کا جسم چادر بن گیا۔ دادا نانک کا جسم عنصری
دنیا سے غائب۔ پھر اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جسم کی نسبت
بھی ایسا ہی خیال کر لیں تو حرج کیا۔ بقول مرزا صاحب کہ اس
سے کوئی شرع میں خلل نہیں آتا جب خلل نہیں آتا۔ تو مرزا صاحب
نہیں معلوم کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کیوں دلی عناد رکھتے ہیں

نمبر ۲۴

ذوالجنسین۔ یا خنثیٰ۔ یا خنثیٰ مشکل

Hermaphrodilism.
True, Hermaphrodilism.

شائد عام لوگ اس نام سے واقف نہیں ہیں۔ اس قسم کی پیدائش
بھی خلق اللہ میں شاذ ہوتی ہی۔ جیسا خنثیٰ۔ پیدائشی اپنی ماں
کے شکم سے پیدا ہوتا ہی ویسا ہی ذوالجنسین بھی پیدا ہوتا ہی۔
اس میں زن و مرد کی دونوں علامتیں ہوتی ہیں۔ اور شہوت بھی
کبھی شاذ ہر دو جانب راغب۔ یعنے کبھی نر کی کبھی مادہ کی۔ فاعل
اور مفعول معلوم ہوتا ہی کہ اسی بنا پر جناب مرزا صاحب نے اپنے

نمبر ۲۴

خط از جانب حکیم نورالدین
صاحب۔ اوہام کی دوسری
جلد کے اخیر میں عبارت
درج ذیل ہی:۔

۱۱ | ۸ عزیز من۔ جیسے مرزا جی نے
اپنے آپ کو ابن مریم کہا ہی
ایک جگہ مریم بھی فرمایا ہی
اور اپنے بیٹے مثیل مسیح کا
نام عموانوئیل بتایا ہی خود
خاکسار نے جب مرزا جی

کے حضور میں مولوی محمد حسین
صاحب بٹالوی کا ایک پیغام
پہنچایا۔ تو آپ نے فرمایا کہ
اِس نے **مثیل مسیح** ہونے
کا دعوی یہہ ممکن ہی کہ مثیل
مسیح بہت آویں کوئی
ظاہری طور پر مصداق
اُن پیشین گوئیوں اور نشانات
کا ہو جن کو میں نے روحانی
طور پر الہامًا اپنے پر چسپاں
کیا ہی الٰہی فیضان کی کوئی
حد نہیں اور نہ وہاں کوئی
کمی ہی تب میں نے عرض
کیا کہ ایسی صورت میں
احادیث کے باعث لوگ
کیوں اشکال میں پھنسے
ہوئے ہیں۔ تعجب ہی
پھر صفحہ ۱۳ کے آخر میں
تحریر فرماتے ہیں بھائی
صاحب مرزا جی اس صدی
کے مجدد ہیں اور مجدد اپنے

آپ کو مریم۔ قرار دیا۔ کیونکہ۔ اُسوقت تک مثیل مسیح کے پیدا کرنے
کی طرف طبیعت راغب تھی۔ جسکا نام عموانوئیل الہام نے
بتلایا تھا جس کے اوصاف یہاں دوبارہ بیان کرنے میں قلم
کا پیٹ پھٹا جاتا ہی مرزا صاحب کے الہامی اشتہارات پڑھ
لینے کافی ہیں۔ یہہ **عموانوئیل** دنیا میں آیا اور جس خاص کام
کے پورا کرنے کو آیا تھا۔ اُس کا بیان جیسا رائے ناقص میں
آیا ہے۔ بشرح و بسط۔ خیالات قاسمی کے مضمون دوئم۔
حصہ سوئم۔ جلد اول میں پڑھ لیں۔ جب یہہ کارروائی۔ کالعدم
ہو گئی۔ تب **عموانوئیل۔ مثنی۔ مثیل مسیح**۔ بننے کی طرف
مادہ نے پلٹا کھایا۔ یہہ عجیب الخلقت کا انسان پنجاب میں بھی
قابل دید ہی۔ کیونکہ کبھی مریم۔ کبھی **مثیل مسیح**۔ حیوانات میں
بھی اس قسم کے حیوان پیدا ہوتے ہیں۔ پرندوں میں بھی ایسے
جانور بتلائے جاتے ہیں۔ اکثر برہمن لوگ اس قسم کی گائے
تلاش سے بہم پہنچاتے ہیں اور اُسکے ذریعہ سے روزی کماتے
ہیں۔ تھنی دار گھوڑا بھی خراسان کی جانب سے ایک سوداگر
سنہ ۶۶ء میں لایا تھا۔ جس کے خصیوں کی جگہ دو تھن بھی تھے
اور پیشاب اونٹ کی طرح سے کرتا تھا۔ راقم نے اُسے خریدا اور
مسٹر کوک صاحب ریلوے انجنیر نے نہایت روپیہ کو مجھ سے خرید
لیا۔ بمقام پھلور تمام ریلوے انجنیروں کے لئے ایک تماشا تھا۔
اب ہم خاص تقریر مرزا صاحب کی جانب جو مندرجہ خط سے اوپر
نقل کی گئی ہی۔ صاحبان بصیرت کی توجہ دلاتے ہیں۔ اور یہہ عبارت

ایک عجیب مضحکہ ہے۔اس کے حرف حرف پر غور کرنے سے عجیب روباہ بازیاں معلوم ہوتی ہیں +

مرزا صاحب ۔بھائی صاحب مولوی حکیم نور الدین ۔سے بدیں الفاظ فرماتے ہیں ۔ "مینے تو مثیل ہونے کا دعوی کیا ہے" اس سے یہہ نتیجہ نکلتا ہے۔کہ صرف دعوی ہے فیصلہ نہیں ۔کیونکہ ممکن ہے کہ مثیل مسیح بہت آویں ۔جب ابھی بہت آنے کی امید قوی ہے تو جس مسیح موعود کا احادیث سے آنا ثابت ہے نہیں معلوم وہ کونسا ہو۔اور پھر ساتھہ ہی یہہ تصدیق "کہ اور کوئی ظاہری طور پر مصداق ان پیشین گوئیوں اور نشانات کا ہو جن کو مینے روحانی طور پر الہاماً اپنے پر چسپاں کیا ہے۔غور سے دیکھئے کہ مرزا صاحب خود ہی کس قدر مذبذب ہیں ۔اور دعوی بھی شگی۔کیونکہ مثیل مسیح ہونے میں آپ دوسرے نمبر پر ہیں ۔اول نمبر تو عمو انوئیل کا تھا۔یہہ کیا خوب دعوی ہے کہ الہاماً چسپاں کیا ہے۔اور خواہ مخواہ چپٹے چلے جاتے ہیں +

دراصل شاید بجائے لفظ الہاماً ۔قیاساً ہو۔اور حکیم صاحب نے تعظیماً یہہ تحریف لفظی کی ہو۔کیونکہ حکیم صاحب کا جو اعتقاد نسبت بھائی صاحب ہے وہ من وعن حکیم صاحب کی اپنی تحریر سے ترشح ہوتا ہے۔مگر چونکہ چپیدگی ۔زیادہ ہے اس سبب سے ابھی چھوٹ نہیں سکتے عبارت حکیم صاحب ۔مینے عرض کیا کہ ایسی صورت میں احادیث کے باعث لوگ کیوں اشکال میں پھنسے ہوئے ہیں ۔تعجب ہے "ایسی صورت میں"

زمانہ کا مہدی اور اپنے زمانہ کا مسیح ہوا کرتا ہے۔اور یہہ امر بالکل تمثیلی ہے جیسے مرزا جی اپنی الہامی رباعی میں ارقام فرما چکے ہیں +

رباعی

کیا شک ہے ماننے میں تمہیں اس مسیح کے
جس کی مماثلت کو خدا نے بتا دیا
حاذق طبیب پاتے ہیں تم سے یہی لقب
خوبوں کو بھی تو تم نے مسیحا بنا دیا

آخر میں ایک شعر اپنی طرف سے بھی تحریر فرماتے ہیں +

ابن مریم ہوا کرے کوئی[1] +
میرے دکھ کی دوا کرے کوئی

[1] شرح ۔مردہ چاہے بہشت میں جائے چاہے دوزخ میں ہمیں اپنے حلوا مانڈے سے غرض +

یعنے جیسا کہ آپ کا دعویٰ صرف ظنی ہی یقینی نہیں - اور بہت
سے مثیل مسیح آنے والے ہیں اور پھر ظاہری طور پر بھی مصداق
ان پیشین گوئیوں اور نشانات کا جن کا حوالہ احادیث میں ہی
آنیوالا ہی - تو مشکل ہی کیا ہی - حکیم صاحب نے تو قطعی فیصلہ
دیدیا - اور اشارتاً و کنایتاً سمجھا بھی دیا - اب بھی اگر لوگ نہ سمجھیں
تو حکیم صاحب کا کیا قصور نسخہ بھی لکھدیا ترکیب بھی بتا دی اب
گھونٹ گھانٹ کر چھان چھون کر کیا حلق میں بھی ڈال دیں عزیز
اتنا کام تو اب تم خود کرلو +

آگے چلکر تو اور بھی صفائی سے ارشاد فرماتے ہیں - کہ بھائی صاحب
مرزا جی اس صدی کے مجدد اور مجدد اپنے زمانہ کا مہدی
اور مسیح ہوا کرتا ہی - اور یہہ امر بالکل تمثیلی ہی - اس تحریر نے صاف
ثابت کردیا ہی - کہ مہدی و مسیح جو آنیوالے ہیں - وہ اور ہیں
اور مجددین تو اُن کا شائبہ ہی - نقلی اور اصلی ہیں اب صاحب لرائے
نتیجہ نکال لیں +

کیا اب بھی کچھہ شک باقی رہ گیا - حکیم صاحب نے تو سب شکوک
واضح طور پر دور کردیئے - پھر اگر مرزا صاحب کسی عالم بیخودی میں
من خدا یم من خدا - کہہ لیں - یا یہہ کہہ لیں کہ وہ مسیح
اور وہ مہدی جو آنیوالے ہیں (جن کا مجھہ میں صرف شائبہ ہی
اور ظلی طور پر ہی اور وہ بھی یقیناً نہیں - کیونکہ خداوند کریم نے
مجھے واضح طور پر ابھی تک نہیں بتایا ہی) میں ہی ہوں (اور
یا یہہ کہ قرآن شریف میں مینے اپنے بھائی مرحوم کو بآواز بلند لفظ

سطر	صفحہ

صفحہ	سطر	

قادیاں پڑھتے سُنا) تو جائے اعتراض نہیں ہیں۔ کیونکہ یہہ سب
باتیں تو ایسی ہیں جیسے ایک مجذوب کی بڑ۔ اگر ہمارے مولوی صاحبان
مرزا صاحب کی تالیفات کو بغور پڑھیں اور دور ہی دور سے لاٹیں
نہ ماریں۔ تو اُن کو معلوم ہو جائے۔ کہ مرزا صاحب خود اور اُن کے
نائب حکیم نورالدین صاحب دراصل مسیح موعود نہ مہدی موعود
نہ مسعود کچھ بھی نہیں بنتے۔ صرف ناحق لوگ متہم کرتے ہیں کیونکہ
جب صد ہا جگہ انکار موجود ہی پھر اثبات کیسا۔ مگر یہہ بھید نہیں
کھلتا اور نہیں معلوم کہ مرزا صاحب انصاف کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام
کے بارے میں کیوں خون کرتے ہیں۔ خونی کی سزا تو اظہر من الشمس
ہی۔ مگر ایسے خونی کو انصاف کے دن اگر دراصل خونی ہی سزا
ملیگی۔ کیونکہ جس کا ہمرنگ۔ جس کا شائبہ۔ جس کا اوتار۔ جس کا
ظل۔ اپنے آپ کو قرار دیا جائے۔ اُسی سے عناد۔ نہ اتحاد۔
بلکہ حقارت کی نظر سے دیکھا جاوے۔ اور یہہ کہا جاوے۔
کہ وہ قابل نفرت کام جس سے ہم کو کمال نفرت ہی مسیح میں تھے
جب آپ اس کے مثیل ہیں تو آپ میں یہہ قابل نفرت کام نہیں
ہیں کہ عیب گیری۔ عیب جوئی۔ کن کن نبیوں کی۔ خداوند عالم پر
اسکا فیصلہ ہی۔ یہاں تو دعوی شکی۔ اور صفحہ ۲۸-۲۹ کی یہہ عبارت
(اب جو امر کہ خدا تعالی نے میرے پر منکشف کیا ہی وہ یہہ ہی کہ وہ
مسیح موعود میں ہی ہوں) اب اس عبارت دعوی یقینی
کو خط کی عبارت سے تطبیق دے لیں۔ کونسی درست ہی یا سب کی سب
ایک مجذوب کی بڑ۔ در حیرتم کہ جاں بکدامی کنم نثار +

نمبر ۲۵

ازالہ اوہام کے صفحہ ۹ میں جناب مرزا صاحب کا بڑا دعویٰ یہہ ہی کہ مسیح میں معجزہ نمائی جو قسم دوم سے ہی۔ ہرگز نہ تھی۔ اگر وہ اقتداری[1] طور پر کوئی نشان دکھلا سکتا۔ تو ہیرودیس کے سامنے خاموش کیوں رہتا۔ اس کے ثبوت میں لوقا کا باب ۲۲ اپنے کلام کی شہادت میں پیش کرتے ہیں گویا تحریر لوقا کو بلا جرح مان چکے۔ جب اُسی لوقا کی شہادت نور افشاں پیش کرتا ہی تو ازالہ اوہام کے حصہ دوم کے صفحہ ۳۷۴ پر اُسی لوقا کو ملزم ٹھہرایا جاتا ہی اور پایۂ اعتبار سے خارج۔ "(جس نے نہ مسیح کو دیکھا اور نہ اُس کے شاگردوں سے کچھ سُنا پھر ایسے شخص کا بیان کیونکر قابل اعتبار ہو سکتا ہی۔ جو شہادت رویت نہیں اور نہ کسی دیکھنے والے کے نام کا اُس میں حوالہ ہی)۔ افسوس صد افسوس۔ ایک راوی کی دو حدیثیں۔ ایک جو موافق اپنے مطالب کے ہو آمنّا صدقنا اور جو موافق اپنے مطلب کے نہو۔ اُسکو بالکل رد کرنا۔ کیا انصاف ہی۔ نہیں بلکہ دھوکہ کیونکہ کسکو یاد رہیگا کہ حصہ اول کے صفحہ ۹ میں سرسری طور پر کیا پڑھ آئے۔ اور اب حصہ دویم کے صفحہ ۳۷۴ میں چند روز بعد کیا پڑھ رہے ہیں۔ جب مرزا صاحب کی تحریر کا یہہ حال ہی۔ جو مشتے نمونہ از خروارے ہی۔ اگر اس ناقص الرائے کو وقت کافی ملے۔ تو صدہا۔ اسی قسم کے بیانات کی موشگافی کر کے عام پر ثابت و ظاہر کر دے۔ کہ کہانتک دھوکہ بازی ہی۔ پھر اگر بقول مرزا صاحب لوقا کی تحریر اول کو مان لیا جاوے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ خاموش رہے۔ تو اسی بنا پر یہہ مضمون بھی اسی کے مثل ہی۔ فرق کچھ بھی نہیں ہی۔ مرزا جی کا اعتراض بالکل اُٹھ گیا۔ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے دشمنوں نے کہا۔ کہ آپ اپنے ارادے سے باز آیئے اور یہہ دولت و حکومت لیجئے۔ مگر آپ نے قرآن شریف کی اکتالیسویں سورت اُن کے جواب میں پڑھی

[1] اقتداری کا لفظ تو مرزا صاحب کی ایجاد ہی۔ کسی پیغمبر نے یہہ دعویٰ نہیں کیا۔ لوقا جو تحریر کرتا ہی بحوالہ متی۔ مرقس۔ یوحنا۔ پولوس کا صحبت یافتہ۔ اور حکیم بھی تھا +

اس آیت میں خداوند عالم کی قدرت کاملہ۔ اور زمین و آسمان کا پیدا کرنا۔ اور سب کچھ اپنے اختیار میں ہونا۔ اور یہہ حکم کہ اگر شیطان تجھے بہکائے تو تو خدا سے پناہ مانگ۔ اسی قسم کے احکامات ہیں۔ اس کے سُننے پر آنحضرت کے مخالفین نے درخواست کی کہ آپ ہمیں کوئی معجزہ دکھایئے جس سے آپ کی رسالت کا یقین ہو۔ مگر آپ نے انکار کیا۔ اور فرمایا کہ مجھے خُدا نے نصیحت اور راہ راست بتانے کے واسطے پیدا کیا ہے۔ معجزہ دکھانے کو پیدا نہیں کیا۔ کیا اسی مخبر صادق کی پیروی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نہیں کی۔ افسوس ہے کہ مرزا صاحب کو عوام کو دھوکہ دینے سے کیا فائدہ ملتا ہے +

نمبر ۲۶

مرزا صاحب نے اول تو خود اپنے آپ کو خلق کی ہدایت کے لئے مقرر کیا۔ اور وہ دعوی کہ جو آبحیات مُجھ سے نکلتا ہے اُسے جو پئیگا۔ ہرگز نہیں مریگا۔ اور جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم پائی تھی وہ مر گئے۔ گویا اُن کی روحیں بھی بعد مرگ سڑ گل گئیں۔ احادیث نبوی میں رطب و یابس سب جمع۔ مشتبہہ مقامات **قرآن شریف** کے معنے یا تفسیر کسی سے آجتک نہیں ہوئی۔ جو تفسیر بالرائے مرزا صاحب ہے وہی درست ہے۔ جیساکہ پرندوں سے مراد شاگردان حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہے۔ جن میں بقول مرزا صاحب عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے **اقتدار** سے ہدایت کی روح پھونک دی یعنے۔ **روح القدس** اور آپ کو یہہ بھی اختیارات کشفی والہامی طور سے مل گئے کہ پیغمبروں کے حالات من وعن۔ اور اُن کے نقص سب بیان کر دیں۔ عُجب نخوت سب کے خود ہی حقدار بن جاویں۔ کسی دوسرے کے لئے باقی نہ رہنے دیں۔ اپنے بھائی صاحب غلام قادر کے لئے مدارج تجویز کر لیں۔ کہ اِن کو مثل اور نبیوں کے ایک جسم مشابہ بجسم **عنصری** عطا ہوا ہے۔ کیونکہ مرزا صاحب نے انکو **کلام الٰہی** اپنے پاس بیٹھ کر بآواز بلند پڑھتے ہوئے سُنا۔ جس کی آواز آپ نے اپنے کانوں سُنی اور اپنی آنکھوں دیکھا۔ اور باتیں بھی خوب کیں۔ اور جس بات کا مرزا صاحب کو علم نہ تھا۔

نہ الہام ہوا۔ اُسکر تعجب ہوا۔ وہ رفع شک بھی آپ کی بدولت ہوا۔ کیونکہ اُنہوں نے فرمایا کہ یہہ دیکھ
اور مرزا صاحب نے اپنی آنکھوں سے **قرآن شریف** میں لفظ **قادیاں**۔ گردن اُٹھا کر دیکھ بھی
لیا۔ اور تلاوت میں پڑھتے ہوئے بھی باآواز بلند سُن لیا۔ تو اب مرزا صاحب کے بھائی صاحب کا
مرتبہ بھی تمام دنیا کو معلوم ہوگیا۔ کہ خاص منفربان میں سے ہیں۔ اور مرزا صاحب کے **معلّم** جو خود مرزا
صاحب کا شبہ اور تعجب جو ایک عرصہ سے تھا۔ **رفع کر گئے**۔ اب رہا یہہ کہ اپنی نسل میں سے بھی آئندہ
کے لیئے یہہ سلسلہ جاری رکھیں تو **مظہر الحق** کا آنا۔ اور وہ آنا بھی کس لئے اور کہاں سے خاص
آسمان سے زمینوں کی ہدایت اور راہ راست کرنے کے لئے۔ جس سے یہہ ثابت ہوتا ہے کہ
اُس وقت ایک نئی ہدایت یا **شریعت** کی ضرورت ہوگی جیسا کہ اس زمانہ کے لئے خود بعد
حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم۔ کیونکہ آپ فرماتے ہیں کہ میں حضرت کو مثیل مسیح جیسا کہ موسیٰ
کو دیا گیا تھا۔ دیا گیا ہوں۔ اور یہہ بھی دعویٰ کہ قرآن شریف کے اصل معنے جو آجتک کسی نے نہیں
کیئے بیان کرنے کے لئے آیا ہوں۔ گویا رتبہ پیغمبری میں حضرت مسیح علیہ السلام کے مساوی
ہوں اور پھر خود ہی انکار۔ کہ اصحاب کبار میں وہ اوصاف تھے کہ مجھ میں کسی طرح سے نہیں ہوسکتے۔ اور پھر ہیں
اُسی مسیح پر اعتراض کہیں کچھ کہیں کچھ جن کا حال جابجا کے موقعہ کو بغور پڑھنے سے بخوبی عیاں ہوسکتا ہے
بگفت احوال ما برق جہانست + گہے پیدا و گاہے دم نہانست + گہے بر طارم اعلیٰ نشینم +
گہے بر پشت پائے خود نہ بینم + آپ کا یہہ قول نسبت مولویان حال کیا کچھ کم ہے۔ کیا تمام اہل اسلام کے مولویوں
کو دائرہ اسلام سے خارج نہیں کر دیا گیا۔ تم اُن فقیہوں اور فریسیوں سے کچھ کم ہو۔ جو حضرت مسیح کیوقت میں
دن رات نفس پرستی میں لگے ہوئے تھے پھر کیا یہہ سچ نہیں کہ تم مثیل مسیح کے لئے مسیحی مشابہت
کا ایک گونہ ساماں اپنے ہاتھ سے پیش کر رہے ہو۔ تاکہ خدا تعالیٰ کی حجت ہر ایک طور سے تم پر وارد
ہو۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ایک کافر کا مومن ہوجانا۔ تمہارے ایمان لانے سے زیادہ تر آسان
ہے) مرزا جی کے نہیں معلوم کے مسیح ہیں **ایک** تو وہ جس کے شعبدات کو تالاب نے بیقدر
کیا۔ **ایک** وہ جو قیصر کے دربار کے معزز صدر نشینوں کو بُرا بھلا کہتا تھا کیونکہ حضرت موسیٰ کے

گدی پر بیٹھنے والے قابل تعظیم اور جائے ادب تھے (نبی سے اُن کا اعزاز زیادہ ہونا چاہئے تھا
مگر مسیح نے نہایت ہی بے تہذیبی سے کام لیا جس کے وہ ہرگز مستحق نہ تھے اور نیز جو نتیجہ
مسیح کو بھگتنا پڑا وہ معلوم ایک وہ جو خوش اعتقاد ہیرودیس کے سامنے پیش کیا گیا اور
معجزہ نمائی سے انکار کیا۔ اور حوالات میں دیا گیا۔ ایک وہ جو بعد واقعہ صلیب تیسرے دن
اپنے شاگردوں پر ظاہر ہوا۔ اور اُن میں ہدایت کی روح ایسی پھونک دی کہ وہ سب کے سب
روح القدس سے بھرپور ہو گئے اور صد طرح کی زبانیں بولنے لگ گئے۔ مرزا صاحب نے ہدایت
کی روح کا پھونکنے والا حضرت مسیح علیہ السلام کو تسلیم کیا ہے جس کا ذکر یہ عاجز خیالات قاسمی
کی جلد اول میں بیان کر چکا ہے۔ وہ فعل اقتداری تھا۔ ایک وہ جو اپنے باپ یوسف نجار کے
ساتھ تیس (۳۰) برس کی عمر تک کلوں کی ایجاد کرنے وغیرہ وغیرہ کا کام سیکھتا رہا۔ ایک وہ جو خاص
نبی برحق جس پر انجیل کلام الٰہی نازل ہوئی۔ جو اپنی ماں کے پیٹ میں روح القدس سے بطور
اپنے مرشد کے بھرپور ہو گیا۔ اور بن باپ پیدا ہوا۔ اور عیسیٰ روح اللہ کہلایا۔ جس کی
شہادت قرآن شریف نے دی) اور فقیہوں اور فریسیوں کو جہنمی لقب دیا۔ ایک وہ جس کا اپنے
آپ کو مثیل ٹھہرایا جاتا ہے۔ جس پر ایمان نہ لانے سے تمام مولویوں کو کافر سے بدتر ٹھہرایا جاتا ہے۔ ایسا
ہی فقیہہ اور فریسی بھی دو قسم کے تھے۔ ایک تو وہ جن کی حقارت سے مرزا صاحب ناراض
ہوتے ہیں۔ اور دوسرے وہی فقیہہ اور فریسی جن سے مرزا صاحب آجکل کے مولویوں کو
تشبیہہ دیکر یہ خطاب فرماتے ہیں۔ کہ ایک کافر کا مومن ہو جانا تمہارے ایمان لانے سے زیادہ
آسان ہے۔ یعنے جب تک تم مثیل مسیح پر ایمان نہ لاؤ تب تک مومن بن ہی نہیں سکتے۔ دائرہ اسلام
سے خارج جب مرزا جی کے قسم قسم کے مسیح۔ قسم قسم کے فقیہہ اور فریسی۔ قسم قسم کے مولوی۔
قسم قسم کے خشک زاہد۔ قسم قسم کے پیر مغاں۔ تو اب کس بات پر اعتبار کیا جائے۔ مرزا صاحب کو
کس سے تشبیہہ دیں۔ شاید بقول مولانا امام غزالی صاحب ہو۔ (تو جاننا چاہئے۔ کہ جس کسیکو
صوفیوں کا تھوڑا سا حال نمودار ہو۔ اُسے ہر عالم پر فضیلت نہیں ہے۔ کیونکہ ان میں سے

بہتوں کو ایسا حال ہوتا ہی - کہ اس کام کے شروع میں کچھ حال اُن پر ظاہر ہوتا ہی اُسوقت اُس درجہ سے گر پڑتے ہیں اور کامل نہیں ہوتے - اور بعضے ہوتے ہیں کہ سودا - اور خیال خام اُن پر غالب ہوتا ہی - اور اُس کی کچھ اصل نہیں ہوتی - اور وہ اُسے حق اور مستحکم کام سمجھتے ہیں اور وہ ایسا نہیں ہوتا +

ان تمام خیالات کے منافی کے لئے یہہ عاجز جناب فخر العلما، مولانا امام **غزالی** صاحب کے خیالات جن کی رائے صائب کو آجتک تمام عالم تسلیم کر رہا ہی نقل کرتا ہی +

پہلا عنوان فصل ۹ صفحہ ۱۲

مولانا غزالی صاحب کتاب کیمیائے سعادت میں تحریر فرماتے ہیں - کہ انسان کی اصل فرشتہ پن ہی - گوہر ملائکہ - اس کی اصل ہی - باقی سب صفتیں عارضی اور عاریت ہیں +

صفحہ ۱۶ فصل ۱۲

پیغمبر و اولیاء

جس شخص پر یہہ راہ کھلی ہی - اگر تمام خلق کی صلاح - خدا - اُسے بتا دے اور وہ سب کو بلائے اور ہدایت کرے تو جو کچھ خدا نے اُس شخص کو بتایا ہی اُسے **شریعت** کہتے ہیں اور خود اُس شخص کو **پیغمبر** کہتے ہیں - اور اُس کے حالات کو **معجزات** کہتے ہیں اور اگر وہ شخص خلق کو بلا کر ہدایت کرنے میں **مشغول** نہ ہو - تو اُسے **ولی** کہتے ہیں اور اُس کے حالات کو **کرامت** کہتے ہیں اور یہہ ضرور نہیں ہی کہ جس شخص کو یہہ حال پیدا ہو - خواہ نخواہ خلق بلا کر ہدایت کرنے میں بھی مشغول ہو - بلکہ خدا کی قدرت میں ہی کہ اُسے ہدایت کرنے میں اس وجہ سے مشغول نہ کرے کہ اُس وقت **شریعت** تازہ ہو اور خلق کو ہدایت کرنے کی ضرورت نہ ہو - یا **ہدایت** کرنے کی

اور شرطیں ہوں کہ اُس ولی میں وہ نہ پائی جاتی ہوں۔ تو جب تک خُدا کی مدد نہ ہو اور ازل میں اُس شخص کے واسطے۔ اس سعادت کا حکم نہ ہو چکا ہو اس مراد کو نہ پہنچیگا +

صفحہ ۱۷ فصل ۱۷

اسواسطے کہ نبوت اور ولایت۔ آدمی کے دل کے بڑے درجوں میں سے ایک درجہ ہی اور اس درجہ سے تین خاصیتیں حاصل ہوتی ہیں۔ ایک یہہ کہ عوام پر جو حال خواب میں کُھلتا ہی۔ اس درجے والے پر جاگتے ہیں کُھل جاتا ہی دوسرے یہہ کہ عوام کے نفس فقط اُن کے بدن ہی میں اثر کرتے ہیں۔ اور اس درجہ والے کا نفس اُن چیزوں میں جو اُس کے بدن کے باہر ہیں اس طرح اثر کرتا ہی۔ کہ اُس میں خلق کا بناؤ ہو بگاڑ نہ ہو۔ تیسرے یہہ کہ عوام کو جو علم سیکھنے سے آتے ہیں اس درجے والیکو بے سیکھے اپنے دل سے آجاتے ہیں۔ جس شخص کو یہہ تینوں خاصیتیں حاصل ہوں وہ پیغمبران بزرگ یا۔ اولیاء کبار سے ہی اور جس میں اُن میں سے ایک خاصیت ہی اُس کو بھی یہہ درجہ حاصل ہی۔ اور ہر ایک میں بھی بڑا فرق ہی۔ اسواسطے کہ کسی کو ہر ایک میں سے تھوڑا تھوڑا۔ حاصل ہوتا ہی۔ اور کسی کو بہت بہت۔ اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سبب سے کمال تھا۔ کہ آنحضرت کو تینوں خاصیتیں تمام و کمال حاصل تھیں۔ غرض یہہ ہی کہ ہم اس امر کو روا رکھتے ہیں۔ کہ انبیا۔ اولیا۔ کے واسطے ان تینوں خاصیتوں کے سوا اور خاصیتیں بھی ہوں کہ ہم میں اُن کا شائبہ نہیں۔ اس وجہ سے ہم اُنہیں نہ جانتے ہوں۔ اور جیسا ہم یہہ کہتے ہیں۔ کہ خُدا کو سوائے خُدا کے کوئی خوب نہیں پہچان سکتا۔ اسی طرح سے ہم یہہ بھی کہتے ہیں۔ کہ رسول کو بھی کوئی خوب نہیں پہچان سکتا مگر وہی رسول۔ یا جو اُس سے مرتبہ میں زیادہ ہو۔ تو آدمیوں میں پیغمبر کی قدر پیغمبر ہی جانتا ہی۔ اور ہمیں اس سے زیادہ معلوم نہیں +

اب اس تحریر بالا سے منصف مزاج نتیجہ نکال لیں۔ کہ مرزا صاحب کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام

کی پیغمبری اور اُن کے افعال - اور کردار پر سخت اعتراضات کا کیا حق ہی - یا صرف تعصب - باُن سے بڑھکر ہیں +

نمبر ۲۷

آج کل کے زمانہ میں جسقدر سیاح محقق - موجد مصنف - پیدا ہوئے ہیں - اور اُنکی طبیعتوں کا رجحان اس طرف پایا جاتا ہی - اگر اس کا مقابلہ اُس زمانہ سے جسکو ایک ہزار سال گذر چکے ہیں کیا جاوے تو زمانہ حال کی تحقیقات اور معلومات کسی قدر بڑھی ہوئی معلوم ہوتی ہیں - گو سب کچھ اُسی زمانہ کی بدولت حاصل کیا ہو - مگر بہت سا انقلاب تغیر تبدل پیدا ہو گیا ہی مثلاً - ارسطو کی معلومات میں زمین ساکن - اور سر جارج آئزک نیوٹن کی تحقیقات میں متحرک ریاضی فلسفہ طبیعات - معدنیات - فلزات - بلکہ ہر ایک علم میں صدہا طرح سے ترقی حاصل ہی - ارضی - سماوی تحقیقات میں ید بیضا - زمین کا وہ حصہ جسکو ناپید سمجھا جاتا تھا کولمبس کی تحقیقات سے پیدا ہو گیا - سبعہ سیارہ - پر ہی مدار چلا آتا تھا - حال کی تحقیقات میں وہ بھی بڑھ گئے - کلوں کی وہ ایجاد - کہ خر دجال تک نوبت پہنچ گئی - یاجوج ماجوج کا بھی ظاہری پنجاب والوں کو پتہ لگ گیا - کہ سد سکندری چاٹ کر پنجاب میں آموجود ہوئے گو دنیا کی آبادی میں وہ اقلیم ششم میں شروع سے موجود ہیں اب کوئی نئی پیدائش نہیں - ربع مسکون کا اطلاق بھی اب بالکل اُٹھ گیا - کیونکہ سلف کی تحقیقات سی صرف ساٹھ درجہ میں دنیا آباد تھی - غرض اب تمام عالم نے نیا پلٹا کھایا - یہ سب کچھ انگریزوں کے حصہ میں آج تک قلم قدرت نے ازل سے مخفی لکھ چھوڑا تھا جسکا ظہور اپنے وقت پر ہونا لازمی تھا - ایسا ہی اور جو کچھ اُس لوح محفوظ پر قلم قدرت نے لکھا ہوا ہی - اور کسی خاص وقت سے تعلق ہی ظہور پذیر ہوگا +

فلسفہ کے حالات جو بعہد مامون رشید - کتاب المامون - مولفہ جناب مولانا محمد شبلی صاحب کے حصہ دو صفحہ ۴۳ سے شروع ہوتے ہیں - ناظرین - بغور مطالعہ فرماویں - اور اُس کے اخراجات کا بھی اندازہ لگالیں جس سے یہہ معلوم ہوتا ہی - کہ اس سے بڑھکر - ترقی ہونی ممکن نہیں

آلات رصد وغیرہ اور اُن کے اخراجات تعجب میں ڈالنے والے تھے۔ مگر چونکہ وہ ابتدائی حالت تھی اور اس کے ترقی کا زمانہ ابھی باقی تھا۔ جو انگریزوں کے حصہ میں ودیعت ہو چکا تھا۔ اب آجکل کے فلسفہ سے اُس کا موازنہ نہ کرلو۔ دینی تحقیقات میں جو جدّوجہد ان صاحبان نے کی ہی وہ تبئین الکلام مصنّفہ عالیجناب سیّد احمد خان صاحب مرحوم بالقابہ سے عیاں ہی جسکا بے حساب ذخیرہ۔ جسکے سامنے۔ قارونی خزانہ۔ گنج باد آورد کی طرح ہوا میں اُڑ جائے۔ اور میزان عقل میں کچھ بھی وزن نہ رکھے۔ انہیں حضرات کے حصہ میں آیا ہوا ہی۔ صرف امریکہ کے اہل دول اس موجودہ کارروائی کے لئے کافی امداد۔ دے سکتے ہیں اور دے رہے ہیں یہہ دولت لازوال روزافزوں ہی۔ علم ہندسہ نے جو اعداد کی قید وحد لگائی تھی وہ بھی اب ٹوٹ گئی۔ ایک سوداگر ولایت لنڈن میں صرف تمباکو اور چار فروخت کرتا ہی گورنمنٹ عالیہ برطانیہ میں ہفتہ وار تین لاکھ روپیہ کسٹم ڈیوٹی۔ یعنے محصول چونگی۔ داخل کرتا ہی۔ اس کے مقابلہ کے لئے شاہان اسلام کے عہد میں سے کوئی نظیر نہیں ملتی۔ یہہ ایک ابر رحمت ہی جو عالمگیر محیط ہے اور اس کے فیضان سے عموماً سب اور خصوصاً۔ انگریز ہی بہرہ یاب ہیں۔ بقراط۔ سقراط۔ افلاطون۔ لقمان۔ ارسطو۔ فیثاغورث۔ وغیرہ وغیرہ حکماء کی اختراعات پر نکتہ چیں۔ اور اُن کی غلط فہمیوں کے ثابت کرنے والے۔ اسی قوم میں سے پیدا ہوتے ہیں گویا یہہ زمانہ انکے عروج کا ہی۔ پھر ان کی تحقیقات کے مقابلے میں مرزا صاحب کی تحقیقات کچھ فروغ پاسکتی ہے۔ مرزا صاحب تو صرف سلف کی تصنیفات سے جو کچھ لیتے ہیں بطور مستعار۔ اور انہیں کی کاسہ لیسی کرتے ہیں کسی فن جدید کے موجد نہیں۔ نہ مورخ۔ نہ محقق۔ نہ سیّاح۔ پنجاب بھی اچھی طرح سے نہیں دیکھا۔ قادیاں سے باہر قدم نہیں رکھا۔ پھر ان کو کیا معلوم کہ اب زمانہ کی اصلی حالت کیا ہی۔ جیسا ایک شخص قیدخانہ میں بیٹھ کر۔ اپنے دل بہلانے کے لئے کوئی ناول پڑھتا رہتا ہی۔ اسی طرح مرزا صاحب سلف کے خیالات جو انہوں نے اپنی اپنی تصنیفات میں درج کئے ہیں مطالعہ کرتے رہتے ہیں۔ اور انہیں

سے گذشتہ حالات - اردو زبان میں ترجمہ یا تالیف کر کے عام کے پیش کرتے ہیں - جو کہ آجکل عام لوگوں میں مادہ علمی - تواریخ دانی - بہت کم رہگیا ہے - اُن کی نظروں میں تالیفات مرزا صاحب ایک بڑی عجیب شے معلوم ہوتی ہو - مگر جس کو مادہ علمی ہو - اور معلومات وسیع - وہ سمجھ سکتے ہیں کہ مرزا صاحب کہاں کہاں سے دریوزہ گری کر کے - **رطب و یابس** کا ایک مجموعہ اردو زبان میں مہیا کرتے ہیں - وہ لوگ اُس کی کچھ بھی قدر نہیں کرتے - جن **متشابہات** کی تشریح کا دعویٰ ہے - اُن کی تشریحات سب موجود ہیں کوئی جدید تشریح نہیں - کیونکہ انہیں کے حوالے اپنی تائید کلام میں پیش کئے جاتے ہیں - جب سب کچھ پہلے سے موجود ہو - تو پھر مرزا صاحب نے کیا کیا - اور کس چیز میں کمال حاصل کیا - اگر یہہ کہئے کہ **اُردو زبان** میں ہزارہا ورق کالے کرڈالے - اور بڑے بھاری شاعر ہیں **میر مجلس** کا خطاب حاصل کرلیا ہو - تو جب اُن تحریرات کو دیکھو - تو صرف ایک ہی مضمون کا اعادہ ہی اعادہ ہو - وہ بھی بے کیف - جیسے ایک کہانی پڑھکر یا سنکر - دوسری بار اس کے سُننے کو طبیعت نہیں چاہتی - یہہ ہی حال - آپ کی تالیفات کا ہو - اور پھر **فارسی** ہوکر - اُردو زبان جو مادری نہیں ہو - اُس میں تو کمال ہو ہی نہیں سکتا - گو کتنے ہی ہاتھ پیر ماریں - پھر بھی منجھدھار ہی میں رہ جاتے ہیں +

آپکی تحقیقات اور الہامی کلام - جو نسبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام یوم صلیب کا واقعہ اپنی ایک تالیف درج فرمائی ہو بیان کرتا ہوں - آپ فرماتے ہیں +

(کہ جس دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب دیا - اُس روز یہودیوں کی **عید فسح** تھی اور جمعہ کا دن قریب عصر کے تھا - اُس وقت جو **آندھی** آئی - وہ ایک معمولی - موسمی آندھی تھی - کوئی خاص آندھی نہیں تھی جیسا کہ **جون - جولائی** میں آیا کرتی ہیں ۂ) اس سے آپ کی مراد یہ ہے کہ وہ مہینہ جون یا جولائی کا تھا +

اس جون جولائی کی تحریر نے اس ناقص العقل کو بھی ایک گرداب حیرت میں ڈال دیا - کہ **مرزا صاحب** تو محقق ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور وہ دعویٰ بھی **الہامی** - اور تمام تواریخ پر

آپکا عبور ہی اور ہر جگہ۔ بائبل۔ انجیل کا حوالہ دیا کرتے ہیں اور یہہ بیان بھی بائبل سے ہی نقل کر رہے ہیں۔ کیا آپ کو۔ وہ وقت جس وقت حضرت مسیح کو گرفتار کر کے لائے اور شمعون بھی ہمراہ تھا۔ اُس وقت جو برانڈے میں فقیہوں کے نوکر آگ تاپ رہے تھے۔ اور شمعون بھی اُنہیں میں بیٹھ کر آگ تاپنے لگا۔ یاد نہیں۔ کیا بیت المقدس میں۔ جون جولائی کے مہینوں میں اسقدر سردی ہوتی ہی جب اُس کی تفتیش کرنے کا ارادہ ہوا۔ تو یہہ امورات جو ذیل میں درج کئے جاتے ہیں معلوم ہوئے۔ جس سے جناب مرزا صاحب کی جون جولائی کی آہنی بات لکل ہوائیں اڑ گئی۔

واضح ہو۔ کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا۔ کہ تم مصر سے بنی اسرائیل کو نکال لاؤ۔ تو جس مہینے میں بنی اسرائیل مصر سے نکلے وہ مصریوں کا۔ ابیب کا مہینہ تھا۔ خداوند نے حکم دیا کہ بطور یادگار تم اس مہینے میں ایک خوشی کی عید کیا کرو۔ دیکھو خروج باب ۱۲۔ آیت ایک سے سات تک۔ خروج باب ۱۳۔ آیت ۱۴۔ استثنا باب ۱۶۔ آیت اول۔ اس ابیب کے مہینے میں عید فسح مقرر ہوئی۔ جو آج تک یہودیوں میں جاری ہی +

اس عید فسح کے بعد جب زراعت پک جاتی ہی اول جو۔ کاٹنے کا وقت ہی کیونکہ جو سب سے پہلے پکتا ہی۔ جو قریباً شروع ماہ مئی کا ہی۔ پروفیسر جارج۔ ایم سمتھ۔ ڈی ڈی پروفیسر گلاسگو۔ جو ایک بڑے محقق اور سیاح ہیں۔ انہوں نے اپنی سیاحت میں جو بیت المقدس میں اس موسم میں موجود تھے۔ تحریر فرماتے ہیں۔ کہ زراعت ماہ مئی میں پک جاتی ہی۔ اور بارش کے ایام اس طرح پر ہیں۔ اکتوبر میں شروع ہوتی ہی۔ نومبر و دسمبر میں کچھ جزوی جنوری۔ فروری میں اچھی خاطر خواہ۔ مارچ۔ اپریل۔ کم و شاذ۔ غرض کہ بماہ اپریل۔ زراعت رو بہ پختگی لاتی ہی جب عید فسح ہو چکتی ہی تو کسان لوگ نئے اناج کے پولے بطور نذر لاتے ہیں۔ کاہن ان پولوں کو بیت المقدس کی مخصوص جگہوں میں جھاڑتے ہیں۔ یہہ شگن پولے جھاڑنے کا۔ جب ہو چکتا ہی تو سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو پھر جاتے ہیں۔ اور پھر قریباً + یا ۱۲ مئی کو عام کٹائی شروع ہو جاتی ہے جیسا کہ اس ملک پنجاب میں لساکھی کا میلہ مقرر ہی اور قریباً ۱۳

اپریل کو ہوتا ہی پھر بعد اس کے پینٹی کوسٹ - یعنے ہفتوں کی عید ہوتی ہی - وہ اُس وقت سے
جبکہ کٹائی شروع ہوتی ہی پچاس دن بعد ہوتی ہی - ہفتہ کے سات دن ہیں فی یوم کے لئے
ایک ہفتہ شمار کرتے ہیں - کیونکہ سات ہفتہ میں سب کسان اپنے فصلی کام سے فارغ ہو جاتے
ہیں - اور غلہ وغیرہ سب جمع ہو جاتا ہی - یہہ میعاد قریباً ڈیڑھ مہینے کے ہی - بعد اس کے سب کاشتکار
فارغ ہو جاتے ہیں تب یہ ہفتوں کی عید پچاسویں دن کرتے ہیں - جو اس حساب سے جولائی کا شروع
ہوتا ہی - اب اس سے صاف ظاہر ہی کہ عید فسح کسی طرح سے - جولائی میں نہیں ہو سکتی ہی قبل اسکے
بر در عرصہ دو ماہ ضرور ہو سکتی ہی - جو بہر حال اپریل ہی ہوتا ہی - کیونکہ اول تو عید فسح - ابیب کے
مہینہ میں - جیسا کہ خداوند نے حکم دیا ہوا ہی - یہودی کرتے ہیں - ابیب کا مہینہ اس حساب
مرقومہ بالا سے ضرور اپریل میں ہوتا ہی - کیونکہ عید فسح کے بعد پولے جھاڑنے کی عید ہوتی ہی - اور
پھر پچاس دن بعد ہفتوں کی عید ہوتی ہی جسے پینٹی کوس کہتے ہیں - یہہ تو موسمی حالت ہی جو کبھی
نہیں بدلتی - اگر بموجب تحریر مرزا صاحب عید فسح کو شروع جولائی میں فرض کریں - تو بعد اس کے
پولے جھاڑنے کا وقت آنا چاہئے - اور اگست و ستمبر میں فصل ربیع کاٹی جا کر ہفتوں کی عید ہو
سو یہہ خلاف حالت موجودہ اور فصل ربیع کے ہی - اس ملک پنجاب میں ۱۰ - ۱۱ - ۱۲ - اپریل کو بیساکھی
ہوتی ہی - بیساکھ بحساب سنہ - بنگلہ - فصلی - بکرمی - یہہ سب بماہ اپریل ہوتے ہیں - اور یہہ ہی
موسم غلہ کے پکنے کا پنجاب میں ہی - لاہور - امرتسر - وغیرہ ملک پنجاب شمال سے ۳۱ درجہ ۵۴
دقیقہ پر واقعہ ہیں - ایسا ہی اسی خط پر بیت المقدس ہی یہہ ممکن نہیں کہ یہاں تو زراعت اپریل
میں کٹ جاوے اور بیت المقدس میں - اگست و ستمبر میں - جو چشم دید واقعہ پروفیسر صاحب
مذکور ہی وہ ۱۰ - ۱۲ - تاریخ - ماہ مئی ہی - صرف باہمی ایک مہینہ کا فرق ہی - اور بُعد مسافت اسکو
لازمی ہی - ورنہ ۳۱ - درجہ پر ہر دو واقعہ ہیں - سو واقعات موسمی - فصلی - اور پھر چشم دید - اتنے ثبوت اور
پھر انجیل اس کی شاہد کہ موسم سردی جہاں اپریل میں کبھی بارش بھی ہو - وہ صحیح موقعہ عید
فسح کا ہی اور وہ ہی ابیب کا مہینہ قبطی حساب سے ہی - ایسٹر - وگڈ فرائی ڈے - جو انگریزوں

نے بڑی تحقیقات سے - شروع بماہ اپریل رکھا ہوا ہو وہ بھی شاہد حال اور واقعات مذکورہ بالا سے
مطابق - پھر نہیں معلوم کہ جناب مرزا صاحب نے ماہ ابیب قبطی جس میں عید فسح ہوتی ہو کس جدید
تحقیقات سے بماہ جون - جولائی - مان لیا - اتنا بھی خیال نہیں فرمایا - کہ گڈو فرائے ڈے - اور آگ
کا تاپنا - بماہ جون جولائی - اُس مُلک میں جو ۳۱ درجہ پر اور پنجاب سے ملا ہوا ہو - اور جہاں پہاڑی
چٹان ہیں سرسبز اور شاداب پہاڑ نہیں - کس طرح سے تسلیم کیا جائے - معلوم ہوتا ہو کہ مرزا صاحب
نے - اس بارہ میں الہام سے کام نہیں لیا - کسی دوسرے ملہم کی کاسہ لیسی پر ہی اکتفا کیا ہو
کیونکہ جب امر خلاف انجیل بیان کیا تھا - تو اُس انجیل کے بیان کی رد بھی لازمی تھی - اور یہہ ثبوت
کرکے دکھلاتے - کہ آگ کا تاپنا - ہر گز ہر گز نہیں ہو سکتا ہو - اور یہہ آیت انجیل میں خلاف واقعہ درج
ہو - مگر مرزا صاحب نے تو اس طرف عنان توجہ پھیری ہی نہیں +

انجیل کا سبق تو ہر روز تیس سال سے پڑھتے ہیں اور کتنی زبان میں انجیلیں آپ کے پاس
موجود ہیں - اور آپکے آخر میں شور - قمری - یہود "بنی اسرائیل" - اور - "انگریزی" کی جو تطبیق کی ہوئی
ہی موجود ہو - وہ بھی دیکھی ہوگی - مگر کیا وجہ کہ صریح غلطی - انجیل میں دیکھ کر پڑھ کر - اُس غلطی پر
قلم فرسائی نہیں فرمائی - اول جب تحقیقات سے اسکو غلط ثابت کر لیتے تب جون - جولائی - تحریر کرنا
زیبا تھا - عیسائیوں اور پادریوں کی غلطیاں غلط فہمیاں ہزار ہا پہلو سے بیان کی جاتی ہیں
اس میں کیوں تامل کیا - اور صرف جون جولائی لکھ کر خاموش ہو رہے - عام لوگ تو تمہارے اس
دھوکہ بازی میں آسکتے ہیں - مگر جن کو کچھ بھی وقوف ہو وہ کب تسلیم کرتے ہیں کہ وہ آندھی ایک موہی
آندھی تھی - یا تو مرزا صاحب اس ناقص العقل کے بیان کو غلط ثابت کریں - یا اپنی تحریر کو - صرف
سر سید احمد خان صاحب بہادر مرحوم کی کاسہ لیسی پر ہی اکتفا نہ کریں - کیونکہ بعد تلاش اس خادم
کو یہہ بھی معلوم ہو گیا - کہ یہہ جون - جولائی کی - آندھی - اپنی کتاب میں - آپنے تبئین الکلام سے
چرائی ہی +

ایک اور تواریخی ثبوت

ترجمہ

ماہ مارچ میں جب شب و روز باہم مساوی ہوتے ہیں۔ وہ موقعہ ایسٹر کا ہے۔ یعنے اتوار کا دن یا تیسرا دن بعد واقعہ صلیب۔ اس دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ اپنے شاگردوں پر بحالت جسم عنصری۔ یا مشابہ بجسم عنصری ظاہر ہوئے۔ اس دن کو عیسائی۔ ایک متبرک عید اور خوشی کا دن قرار دیتے ہیں چونکہ عید فسح (ہیبوری) جس کا نام خداوند عالم نے معرفت موسیٰ علیہ السلام یہودیوں کو بماہ ابیب کرنے کا دیا۔ یہہ وہ دن ہے کہ جس دن بنی اسرائیل مصر سے نکلے دسویں تاریخ ماہ ابیب تھی۔ چنانچہ یہودی بروز سبت یعنے بروز سنیچر اس عید کو کرتے ہیں چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا واقعہ صلیب بروز جمعہ ہوا تو اس لئے ایسٹر بروز اتوار ٹھہرا۔ اور ہمیشہ عید فسح کے تیسرے دن۔ ایسٹر ہوتا ہے۔ بباعث شہور قمری و شمسی اور انقلاب موسم باہم مطابقت ماہ ابیب و ماہ مارچ میں فرق پڑجاتا تھا۔ اس لئے عیسائی فرقوں میں۔ ایسٹر کے ہونے میں فرق پڑتا تھا۔ ہر ایک ملک میں ایک خاص دن مقرر نہیں رہ سکتا تھا۔ اس لئے عرصہ ہوا باہم متفق ہو کر ایک بڑی بھاری مجلس یا جماعت عالموں کی اس فیصلہ کے لئے مقرر ہوئی۔ اور فیصلہ یہہ قرار پایا +

چونکہ ایسٹر ہمیشہ اُس اتوار کو ہوتا ہے جو بعد چودھویں تاریخ قمری ماہ ابیب پہلا اتوار ہو اگر چودھویں تاریخ قمری ماہ ابیب کی ۲۱ ماہ مارچ کو واقعہ ہو تب ایسٹر ۲۴ تاریخ ماہ مذکور ہو۔ لیکن اگر ۲۱ ماہ مارچ کو ۱۵ تاریخ قمری ماہ ابیب کی آن پڑے تو۔ ایسٹر کے لئے ایک ماہ کا وقفہ ڈالا جاوے یعنے پھر ماہ اپریل ۲۴ تاریخ کو کیا جاوے۔ یہہ فیصلہ ہوا۔ اور اسی حساب سے عملدرآمد شروع ہوا۔ اس سے بھی خوب پایہ ثبوت کو پہنچ گیا۔ کہ عید فسح اور ایسٹر کبھی جون جولائی میں آ نہیں سکتی۔ یہہ جو ایک ماہ کی پیشی ایسٹر میں لگائی گئی ہے یہ اس لئے ہے کہ بحساب قمری و شمسی ۳ سال میں ایک مہینہ لوند کا شامل کرنا پڑتا ہے۔ جیسا کہ اس ملک میں بعد ہر تین سال کے ایک مہینہ لوند کا شامل کیا جاتا ہے +

ذیل میں نقشہ مطابقت ماہ شمسی انگریزی۔ وقمری بنی اسرائیل درج ہی اس کے مطالعہ سے بھی عیاں ہوگا کہ ابیب کا مہینہ کسی طرح سے جون جولائی میں نہیں ہوسکتا ہی +

مرزا صاحب نے صرف سرسری تحریری روایت سے کام لیا اگر الہام سے دریافت فرما لیتے یا زیادہ تحقیقات کی طرف رجوع فرماتے۔ تو بیشک جون۔ جولائی۔ بالکل صاف ہو جاتا۔ اور جس اندھیری کے غبار نے مرزا صاحب کی نظر کو۔ تیرہ و تار کر دیا تھا۔ محفوظ رہتے +

تمت بالخیر

قطعہ تاریخ

از مولانا مولوی عبدالمجید صاحب خلف الرشید مولوی محمد اسحاق صاحب مرحوم بٹھنڈوی در تالیف کتاب خیالات قاسمی

برحق ملپسند ہمت عالبشن حبذا۔ صد مرحبا بہ طرز خیالات قاسمی
حقا بکفر و حق زدہ فرق مبینہ۔ شمشیر تیز صدق مقالات قاسمی
دندان کذب وگوہر مقصود صدق ریخت۔ در سر سخن جواب و سوالات قاسمی
نازک بیانیش زمخالف شکست دل۔ امجد بگو بیان خیالات قاسمی

یادداشت۔ یہود بنی اسرائیل کے قمری شمسی۔ رومی اسکندری کے شہور ذیل باہم ہمنام اور ملتے جلتے ہیں۔ اور انگریزی مہینوں سے حسب نقشہ مندرجہ کتاب تبئین الکلام سے قریباً مطابق ہیں۔

	عیسوی		[illegible]		[illegible]		[illegible]	
۲	فروری	۵	شباط	قمری ۱۱	شبت	۵	شبوط	۵
۳	مارچ	۶	اذار	۱۲	اوار	۶	ازار	۶
۴	اپریل	۷	نیسان	۱	ابیب نیسن	۷	نیسن	۷
۵	مئی	۸	ایار	۲	تیار	۸	ایر	۸
۶	جون	۹	خیزران	۳	سیوان	۹	سیوان	۹
۷	جولائی	۱۰	تاموز	۴	تہموز	۱۰	تموز	۱۰
۸	اگست	۱۱	اب	۵	اب	۱۱	اوند	۱۱
۹	ستمبر	۱۲	ایلول	۶	ایلول	۱۲	الول	۱۲
۱۰	اکتوبر	۱	تشرین	۷	تسری	۱	تیشری	۱

تبئین الکلام میں قبطی جدید شمسی کے ۱۳ ماہ اور ۳۴۹ دن درج ہیں جنتری میں ۱۲ ماہ اور ۳۶۵ دن درج ہیں۔ ہر دو میں باہم بہت اختلاف ہے۔ تاریخوں سے عیسائی مذہب کی کتابوں سے بعد کامل تحقیقات جو قواعد مسلمہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے قبر سے نکلنے کی نسبت جسکو ایسٹر کہتے ہیں بماہ ابیب قمری جس کو نیسان یا ہوئیل بھی کہتے ہیں جو عید فسخ کے بعد بروز پیر ہی ثابت ہے۔ اور وہ بماہ مارچ و اپریل ہی نہ بماہ جون و جولائی۔

تمام شد

صحیح و غلطنامہ خیالات قاسمی

جلد دوم

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۶	۱۰	جیسے	جتنی	۷۷	۱	شروع بماہ	شروع سے بماہ
۳۲	۲	تو مانتا	تو یہ مانتا	۷۷	۷	اور یہہ ثبوت	اور پھر ثبوت
۳۷	۱۶	حرف	صاف	۷۷	۱۱	آپکے	اُنکے
۶۸	۱۴	دیسکتے	ہو سکتے	۷۷	۱۱	شور	شہور
۶۸	۱۲	اور پھر گیں	اور پہر کہیں	۷۸	۶	(پیپوری)	(پہیپور)
۷۴	۱۵	تالیف درج	تالیف میں درج	۷۸	۶	جسکا نام	جسکا حکم